

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ
وَجْهَهُ طَمَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ
مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ [الانعام ٥٢ : ٥٦]

”اور جو لوگ اپنے مالک کو صبح اور شام پکارتے ہیں اسی کے چہرے کا ارادہ
رکھتے ہوئے (یعنی خلوص سے صرف خدا کے طالب ہیں) ان کو (اپنے پاس
سے) مت نکال (جیسے کافر کہتے ہیں) تجھ کو ان کا حساب قطعاً نہیں دینا نہ
تیرا حساب ان کو ہی دینا ہے۔ اگر تو ان کو نکالے گا تو بے انصافوں میں سے
شریک ہوگا۔“

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی اپنے سابقین خلفائے راشدین ثلاثہ کی طرح کئی ایک فضائل اور خصوصیات حاصل ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد ہیں، اور آپ ﷺ نے اپنے چچا کے احسانات کے بدلے میں انھیں اپنی کفالت میں لے لیا تھا اور انھیں اپنے بچوں کی طرح پالا پوسا اور ان کا شمار آپ ﷺ کے افرادِ خانہ میں ہی ہوتا تھا۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے انھیں اپنی لخت جگر سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کا رشتہ دے دیا۔ شجاعت و بہادری میں وہ اپنی مثال آپ تھے، غزوہ احزاب میں ان کا یہ جوہر بہت نمایاں طور پر سامنے آیا جب انھوں نے خندق پار کرنے والے مشرک عمرو بن عبدود کا کام تمام کیا تھا جب کہ وہ بہت لمبا ترنگا جوان اور عرب کے ہاں بہت شہ زور مانا جاتا تھا۔

حضرت سہیل بن سعدؓ راوی ہیں کہ غزوہ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُعْطِينَ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ»

حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی روایت کے الفاظ ہیں:

«..... أُولَئِكَ خُذْنَ الرَّايَةَ..... غَدًا رَجُلًا يُحِبُّهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ» أَوْ قَالَ: «يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولُهُ»

یعنی ”صبح میں اُس شخص کو جھنڈا اٹھانے والا ہوں جو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے، اللہ و رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اُس کے ہاتھوں خیبر فتح کروائے گا۔“ [صحیح بخاری، رقم: ۳۷۰۱، ۳۷۰۲]

غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اہل خانہ کی دیکھ بھال کے لیے مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تو انھوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں پر نگران مقرر کر رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«أَمَّا تَوْطِئِي أَنْ تَكُونِ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى غَيْرَ أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي»

”کیا تم خوش نہیں ہو کہ میرے پیچھے تمہارا وہی مقام ہو جو موسیٰ (علیہ السلام) کے (کوہ طور جانے کے) بعد ہارون (علیہ السلام) کا تھا، البتہ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہو سکتا۔“ [صحیح مسلم، رقم: ۳۰ (۲۴۰۴)]

مذکورہ روایات حضرت علیؓ کے مرتبہ و مقام اور اُن کی عظمت و رفعت شان میں بالکل واضح ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ راشد منتخب ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وأرضاه

[حافظ عبد الوحید]

فہرست

1		جواہر پارے
2	سیدنا علی بن ابی طالبؑ	کلمہ طیبہ
5	تجھ سے امید کرم	اداریہ
7	احکام و مسائل	احکام و مسائل
8	آدابِ فتاویٰ..... (۵)	اخذ و اقتباس
12	اسلامی مہینے اور ان کا تعارف..... (۵)	مضامین و مقالات
20	ایک عظیم داعی اور مصلح	یاد رفتگان
28	مقاماتِ حریری اور اس کا مصنفؒ	شخصیات
30	تبصرہ کتب	تبصرہ کتب
33	فہرست کتب	فہرست کتب
35	کلام اللہ کے فضائل و محامد..... (۵)	شعر و ادب

خَلَقَ	السَّمَوَاتِ	وَ	الْأَرْضِ	بِالْحَقِّ (ب+الحق) ؕ	يُكَوِّرُ	الَّيْلَ	عَلَى	النَّهَارِ
اُس نے پیدا کیے	تمام آسمان	اور	ساری زمین	ساتھ+حق	پلیٹتا ہے	رات	پر	دن
وَ	يُكَوِّرُ	النَّهَارَ	عَلَى	الَّيْلِ	وَ	سَخَّرَ	الشَّمْسَ	وَ
اور	پلیٹتا ہے	دن	پر	رات	اور	اُس نے مسخر کیا	سورج	اور
الْعَزِيزُ	الْفَقَارُ	يَجْرِي	لَا جَلَّ (ل+أَجَل)	مُسَمًّى ط	أَلَا	هُوَ	الْعَزِيزُ	الْفَقَارُ
چلتا ہے	کے لیے+مدت	تیکتی ہوئی/مقررہ	خبردار	وہ	زبردست/غلبے والا	بہت بخشنے والا		

”اُس نے تمام آسمان پیدا کیے اور ساری زمین (بھی) وہ رات کو دن پر پلیٹ دیتا ہے اور دن کو رات پر پلیٹتا ہے۔ اور اُسی نے سورج اور چاند کو مسخر کر (یعنی کام پر لگا) رکھا ہے۔ ہر ایک مقررہ مدت تک کے لیے چل رہا ہے۔ خبردار (ہو کر سنو) کہ وہی (خالق ارض و سما) غلبے والا انتہائی بخشنے والا ہے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُسَلَّمَ الرَّجُلُ عَلَى الرَّجُلِ لَا يُسَلِّمُ عَلَيْهِ إِلَّا لِلْمَعْرِفَةِ)) [مسند احمد: ۳۲۶/۵]

”قیامت کی یقینی نشانیوں میں سے ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو صرف پہچان کی بنیاد پر سلام کرے گا۔“

نعمت کے زائل ہو جانے اور اچانک عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ تھی:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ، وَفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ، وَجَمِيعِ سَخَطِكَ))

[مسلم: ۲۷۳۹]

”اے اللہ! بے شک میں تیرے ساتھ پناہ پکڑتا ہوں تیری نعمت کے زائل ہو جانے سے، تیری عافیت کے پھر جانے سے، تیری اچانک سزا سے اور تیری ہر طرح کی ناراضی سے۔“

ستم گر.....

حافظ احمد شاکر

اداریہ

اسلام بلاشبہ امن و سلامتی کا دین ہے۔ اسلام لانے والوں کو جس طریقے سے اُن کے جان و مال کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی گئی ہے اسی جذبے سے غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت کی انھیں تلقین بھی کی گئی ہے۔

خلق میں فساد اور معاشرے میں خلجان کی ابتدا خواخواہ کے گمانوں، تخنینی پیش گوئیوں، دوسروں کی زندگی میں غیر ضروری مداخلت اور غیبت کا چلن عام ہونے سے ہوتی ہے۔ اس کی روک تھام کے لیے قرآن حکیم نے گمان کے بارے میں فرمایا ہے کہ ﴿ان بعض الظن اثم﴾ یعنی ”بعض گمان گناہ ہوتے ہیں“ نیز ﴿ولا تجسسوا﴾ ”سراغ مت لگاؤ“ فرما کر دوسروں کی زندگی میں مداخلت سے منع فرمادیا۔ اور غیبت کیا ہے؟ دوسرے انسان کے بارے میں ایسی گفتگو جو اس کے سامنے نہ کی جاسکے یعنی پیچھے پیچھے برائی۔ اس عمل بد کو شیطان چوں کہ انتہائی خوش کن اور باعث تسکین بنا کر اس طرف انسانوں کو مائل کرتا ہے، اس لیے اس کے بارے میں قرآن حکیم نے ﴿اَيَحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيهِ مَيْتًا فَكْرِهْتُمْوْهُ﴾ کے الفاظ سے سخت ترین وعید فرمائی کہ یہ عمل مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے ہم معنی ہے۔ یہ وہ رذائل یعنی بری عادتیں ہیں جن کے ذریعے شیطان انسان پر غالب آتا ہے، اس لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان عادات قبیحہ کو بالوضاحت بیان بھی فرمادیا اور ان پر وعیدیں بھی بیان کر دیں۔

ہمارے موجودہ بہت سے سیاست دان اور کارحکومت کے متعدد ارکان امریکی صدر اوباما کے حوالے سے خواہ مخواہ طرح طرح کی خوش گمانیوں، خوش فہمیوں کا شکار نظر آ رہے ہیں، نہ جانے وہ خود دھوکے میں ہیں یا اوروں کو دھوکا دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بعض لیڈر اوباما کی صدارت کو امریکا کی جمہوریت پسندی کا عظیم مظہر قرار دے رہے ہیں۔ بعض حضرات اس امر کو امریکا کی فکری تبدیلی کی بنیاد بتا رہے ہیں۔ اور بعض بزرگمہر اوباما کے انتخاب کو امریکی پالیسی میں تبدیلی کا اشارہ قرار دے رہے ہیں۔ مذکورہ بالا خیالات کی بنیاد نہ جانے خوش فہمی ہے یا غلط فہمی تاہم ہمیں علم رکھنا اور یقین ہونا چاہیے کہ امریکا جیسا ہے ویسا ہی رہے گا، اس کے تھنک ٹینک وہی عیسائی ہیں جو ماضی میں صلیب کے غلبے کے لیے کوششیں کرتے رہے اور یہ اب بھی اسی طرح صلیب کی حفاظت بھی کریں گے اور صلیب کو غالب کرنے کی ہر ممکن سعی بھی۔ ہم ہی..... اکثر..... بھولے بادشاہ ہوتے ہیں یا بن جاتے ہیں جو ان کی ظاہری مسکان، نمائش خوش روئی اور شیریں لہی پر لٹو ہو کر ان پر اعتبار کر لیتے اور ان سے امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں۔

مومن صاحب فراست ہوتا ہے اور اُسے ہونا بھی چاہیے، اُسے بدھو اور سادھو نہیں ہونا چاہیے۔ موجودہ حالات میں ہم میں سے ہر فرد اپنے اپنے ایمان کا جائزہ لے لے تو ہر ایک کو اپنی فراست کا اندازہ بھی ہو جائے گا۔

بارک اوباما کا منصب صدارت تک پہنچنے کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں اس کے افریقی ہونے کے سبب..... جسے ہم جمہوریت سے تعبیر کرتے ہیں..... یا اس کے مسلمان کے بیٹے ہونے کے..... جسے امریکا کی وسعت قلبی یا مذہبی رواداری کا نام دیا جا رہا ہے..... سبب کا کوئی دخل نہیں۔ ہمارا گمان ہے کہ یہ نتیجہ ہے ان کے شدہ مانگوں..... تھنک ٹینک..... کی اس وارنگ کا جو انھوں نے شکست روس کا انجام دیکھ کر امریکی حکومت کو دی ہوگی کہ ایک

آدھ مرتبہ افریقیوں کو اقتدار دے کر رام کر لو کہ افریقیوں کی نسل نو جہالت اور غلامی کا قلابہ گلے سے اتار کر، علم، ہنر کا سرمایہ لے کر سیاست میں داخل ہو رہی ہے۔ لہذا ان کے جذبہ آزادی اور سرکشی کے ارادوں کے آگے ابھی سے بند باندھ دو ورنہ یہ پھرے تو ان کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔

باقی رہا اس کا مسلمان کا بیٹا ہونا! اس کو دوسرے زاویے سے دیکھیں تو نظر آتا ہے کہ گزشتہ آٹھ سالوں میں امریکی حکومت نے اپنی روایتی دسیسہ کاریوں سے سازشوں اور ترغیب و ترہیب کا ہر حربہ آزما کر دیکھ لیا کہ جذبہ جہاد سے سرشار مسلمان ابھی تک ان کے کینڈھے میں نہیں آ رہے۔ نہتے افغانوں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے مسلم امہ کی نوجوان نسل کے تعاون کے ساتھ جب روس جیسی بہادر اور جفاکش سپر پاور کو ناکوں چنے چبوائے اور نتیجتاً وہ ریزہ ریزہ ہوا تو اس کے مقابلے میں بزدل، بھگوڑی اور کرائے کی ٹٹو امریکی فوج کیا حیثیت رکھتی ہے۔ او باما کو مسلم امہ کے جذبہ جہاد کے سامنے بطور بریکر استعمال کرنے کا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ شاید مسلم حکمران مزید کچھ عرصہ اپنے عوام کی صدر کے مسلمانوں کا خیر خواہ ہونے کی خوش فہمی میں مبتلا رکھ سکیں اور صلیب اپنی مسلم کش پالیسی یا صلیبی جنگ کو اختتام تک پہنچا سکے۔ اس لیے ہم ایک فیصد بھی نہ تسلیم کرتے ہیں اور نہ تسلیم کرنے والوں کی یہ رائے صائب سمجھتے ہیں کہ او باما کی صدارت امریکا کی جمہوریت اور اپنے عوام کی رائے عامہ کا احساس ہے یا یہ کہ ایک مسلمان کے بیٹے کو منصب صدارت تک لانے میں امریکی حکومت کی بین المذاہب رواداری کا دخل ہے۔ بلکہ یہ صہیونیوں اور صلیبیوں کی سوچی سمجھی منصوبہ بندی کا حصہ ہے۔ زوال پذیر امریکا ایسی سازشوں، دسیسہ کاریوں سے دنیا پر ظلم و ستم کا بازار کچھ عرصہ مزید گرم رکھنا چاہتا ہے۔ ہماری یہ رائے کوئی الہام یا کرامت نہیں بلکہ قرآن حکیم میں آمدہ ان مختلف آیات کے مطابق ہے جن میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کی دوستی اور ان کو راز دان بنانے سے حکماً روکا ہے اور سورہ ممتحنہ کی پہلی آیت میں کفار کی نفسیات اور خواہشات مکمل طور پر بیان فرمادی ہیں بلکہ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۱۸ میں بالکل صاف صاف وضاحت فرمادی اور ان کے عناد اور بغض کی وضاحت بھی فرمادی۔ فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ۖ وَذُؤُوا مَا عَصَيْتُمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ [آل عمران: ۱۱۸]

”مسلمانوں جو مسلمان نہ ہوں ان کو اپنا ہمارا نہ بناؤ وہ تمہاری خرابی میں کچھ کمی نہیں کرنے کے تمہاری تکلیف سے ان کو خوشی ہوتی ہے ان کی باتوں سے دشمنی کھل گئی ہے۔ اور جو دشمنی ان کے دلوں میں چھپی ہے وہ اس سے بھی زیادہ۔ ہم نے تم سے پتے کی باتیں کہہ دیں اگر تم سمجھ سکو۔“

دنیا کے نفاق خانے میں طوطی کی اگر یہ آواز پہنچ سکے تو ہم جملہ مسلمان حکمرانوں سے گزارش کریں گے کہ مذکورہ بالا رائے اور احساس پر غور ضرور فرمائیں اور نہ خود یہ توقع رکھیں اور نہ اپنے عوام کو کسی بھی درجہ میں توقع دلائیں کہ او باما مسلمانوں کا خیر خواہ ہے۔ بلکہ اس خیال است و محال است و جنوں والی بات ہے۔ امریکا بلکہ دنیا بھر میں..... پاکستان کے برعکس..... پالیسی ملک اور حکومت کی چلتی ہے نہ کہ کسی فرد کی ذاتی۔ جو پارٹی برسر اقتدار آتی ہے حکومت کے محکمے اس کی سیاسی تربیت اس طرح کرتے ہیں کہ ان کو تمام معاملات کی معلومات دیتے ہیں، عالمی ترجیحات سے آگاہ کرتے ہیں، ملکی مفادات و ضروریات اور ترجیحات بتاتے ہیں۔ برسر اقتدار پارٹی کے منشور کو ملکی آئین کے ہم آہنگ کرتے ہیں اور حسب ضرورت اس میں حک و اضافہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نومبر 2008 میں کامیاب ہونے والے او باما اور ان کی پارٹی 20 جنوری 2009ء تک امریکی حکومت اور شہر دماغوں سے معلومات اور تربیت ہی لیتے رہے ہیں۔ جناب او باما نے آتے ہی فاٹا میں میزائل حملے کر کے مسلمانوں اور خصوصاً پاکستان کو پیغام دیا کہ پالیسی حکومت کی ہوتی ہے بش یا او باما کی نہیں۔ اس لیے حقیقت یہ ہے کہ۔

ستم گر تجھ سے امید کرم ہوگی جنہیں ہوگی
ہمیں تو دیکھنا یہ ہے تو ظالم کہاں تک ہے

30 جنوری تا 05 فروری 2009ء..... (150)..... 02 صفر المظفر 1430ھ

①..... وراثت کے دو مسئلے ②..... کھلا میدان میسر نہ ہو تو عید کہاں پڑھیں؟

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ ثناء اللہ خان المدنی

.....
سوال: متوفی کے درج ذیل وارثین میں ورثے کی تقسیم شرعاً کس طرح ہوگی؟ ایک اہلیہ۔ دو بیٹے۔ اور دو بیٹیاں

جواب: مذکورہ صورت میں میت کے کل ترکے میں سے آٹھویں حصہ کی حق دار بیوہ ہے اور باقی جائداد (بطور عصبہ) اولاد میں تقسیم ہوگی۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ کل جائداد کے اڑتالیس حصے ہوں گے۔ ان میں سے چھ حصے (یعنی جائداد کا آٹھواں حصہ بطور ذی فرض) بیوہ کے لیے ہیں، اور باقی بیالیس حصے (بطور عصبہ) اولاد میں تقسیم ہوں گے۔ اٹھائیس حصے مساوی طور (یعنی چودہ چودہ) دو لڑکوں کے لیے ہیں، جب کہ چودہ حصوں (یعنی سات سات) کی حق دار عصبہ برابر دونوں لڑکیاں ہیں۔ یہ تقسیم قرآنی اصول ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ مِثْلِ الْاُنثٰی﴾ کے مطابق ہے۔

سوال: شرعی طور پر کیا بیوی کو جائداد، مکان یا نقد رقم Gift کی (بہ طور تحفہ دی) جاسکتی ہے یا نہیں؟

فتویٰ قرآن وحدیث کے حوالے کے ساتھ تحریر فرمادیں، بہت شکریہ۔ [محمد الیاس، کراچی]

جواب: واضح ہو کہ بیوی کے لیے مکان، جائداد کا کوئی حصہ یا نقد رقم وغیرہ تحفہ (Gift) کرنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ دیگر ورثاء کو محروم کرنا مقصود نہ ہو۔ واللہ ولی التوفیق

سوال: نماز عیدین سنت کے مطابق میدان میں ادا کرنی چاہیے۔ لیکن اگر میدان میسر نہ ہو یا بارش شروع ہو جائے تو مجبوراً نماز عیدین کہاں ادا کی جائے؟

①..... مساجد کی چار دیواری میں؟ یا ②..... کیا سینما ہال کی چار دیواری میں نماز عید پڑھنا درست ہے، جہاں فحش اور نیم عریاں اور معروف ”روشن خیالی“ کی عکاس فلمیں چلتی ہیں؟ ③..... اسی طرح شادی ہالوں اور شادی لانوں کی چار دیواری میں نماز عید پڑھنا کیسا ہے، جہاں روزانہ شادیوں اور دیگر تقریبات میں فیشن زدہ اور نیم عریاں

خواتین آتی ہیں اور مخلوط محافل پھا ہوتی ہیں۔ آپ سے التماس ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں ہماری رہنمائی فرمائیں کہ میدان میسر نہ ہونے کی صورت میں ہم ان تینوں مقامات میں سے کس کس مقام میں نماز عیدین ادا کر سکتے ہیں اور کس کس میں ادا نہیں کر سکتے۔ [سائل: رانا عبدالعلیم خاں]

جواب: اگر کھلا میدان میسر نہ آئے تو نماز عید مسجد میں پڑھنی چاہیے۔ صحیح مسلم میں حدیث ہے:

«أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَى اللَّهِ مَسَاجِدُهَا»
 ”اللہ کے نزدیک سب سے محبوب مقام مسجدیں ہیں۔“
 دوسری روایت میں ہے: «(خَيْرُ الْمَقَامِ مَسَاجِدُهَا»
 یعنی ”زمین کے بہترین حصے مسجدیں ہیں۔“

سنن ابی داؤد میں [۶۸۶/۱، رقم: ۱۱۶۰] حدیث مروی ہے کہ ایک دفعہ بارش کی وجہ سے نبی ﷺ نے مسجد میں عید پڑھی تھی۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ نماز عید کے لیے نکلے تو فرمایا: ”اگر یہ طریقہ سنت نہ ہوتا تو میں مسجد میں نماز پڑھتا۔“ اور کمزور لوگوں کے لیے نائب مقرر کر دیا جو ان کو مسجد میں عید پڑھائے۔ [المصنف لابن ابی شیبہ: ۱۸۵/۲]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی بارش کے سبب نماز عید مسجد میں پڑھائی۔ [بیہقی: ۳۱۰/۳]

اس سے معلوم ہوا کہ عذر کی بنا پر نماز عید مسجد میں پڑھنی چاہیے۔ جہاں تک سینما ہال اور شادی لانوں کا تعلق ہے سوال میں مذکور قباحتوں کی بنا پر ان مقامات میں نماز عید پڑھنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

نبی ﷺ نے شیطانی عمل دخل کی وجہ سے اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، ملاحظہ ہو نیل الاوطار [۱۴۲/۲] اسی طرح ان ہالوں کو سمجھ لینا چاہیے۔

آداب فتاویٰ ۵

احتیاط اور تقاضے

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ (م: ۷۵۱ھ)

ماخوذ از فتاویٰ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالسلام صاحب بستوی

اور یہ شریعت کا اصول ہے کہ عمل کی سزا و جزا اعمال کی جنس سے ہوتی ہے۔ پس جو لوگ حق کو چھپا لیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بیعت و کرامت اور حمیت و عظمت چھین لیتا ہے، جب کہ یہ چیزیں بچوں کے لیے اور اظہار حق کرنے والوں کے لیے مخصوص ہیں۔

جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو ابدی ذلت و رسوائی والا لباس پہنا دیتا ہے۔ دنیا میں ان کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی اور قیامت کے دن بھی ان میں سے جسے خدا چاہے گا ان کے عمل کے مطابق سزا دے گا کہ ان کے منہ بگڑ جائیں گے اور ان کے چہرے اُلٹا دیے جائیں گے جیسے کہ انھوں نے حق کو مٹایا اور اُلٹایا تھا۔ یہ ہے بالکل مطابق عمل سزا جو ہر لحاظ سے درست ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے پاک اور نیک بندوں پر ظلم کرے۔

فائدہ ۱۲:

مفتی کو ہرگز یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے فتوے میں یہ کہے کہ اللہ نے یہ حرام کیا ہے اور یہ حلال کیا ہے، اللہ تعالیٰ اسے پسند کرتا ہے یا ناپسند کرتا ہے۔ ہاں وہ امور جن کی بابت قرآن و حدیث کے الفاظ موجود ہوں تو بیشک وہ یہ کہہ سکتا ہے۔ لیکن کسی ایسے شخص کی کتاب اور اس کے فرمان کو سامنے رکھ کر جس کی تقلید کا یہ خوگر ہو گیا ہے اسے ایسے الفاظ بولنا ہرگز جائز نہیں کہ یہ خدا کے نزدیک حرام ہے یا حلال وغیرہ۔ ایسا کرنا تو خلق خدا کو دھوکا دینا ہے کہ خدا اور رسول کا حکم معلوم نہیں اپنے اماموں کے قول کو لیتا ہے اور خدا کا اور اس کے رسول کا نام لے کر بیان کرتا ہے یہ تو صریح ظلم

فائدہ ۱۱:

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم چار لوگوں کی زبان پر ظاہر ہوتا ہے۔ راوی، مفتی، حاکم، گواہ۔

راوی کی زبان سے خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے الفاظ ظاہر ہوتے ہیں۔ مفتی کی زبان سے اس کے معانی و مطالب اور استنباط ظاہر ہوتے ہیں۔ حاکم کی زبان سے اس کو جاری کر دیا جاتا ہے۔ گواہ کی زبان سے وہ سبب ظاہر ہوتا ہے جس پر یہ حکم مرتب ہے۔ پس ان چاروں پر واجب ہے کہ وہ سچی خبر دیں جس کی علمی دلیل موجود ہو، جو خبر دیتے ہیں اس کے عالم ہوں، اس میں سچے ہوں۔ ان سب کے لیے جھوٹ بولنا اور علم چھپالینا بدترین آفت ہے جو ایسا کرتا ہے وہ خدا کے دین اور اس کی شریعت کی مخالفت کرتا ہے۔ عادت خداوندی یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے علمی، دینی اور دنیوی برکت اٹھالی جاتی ہے۔ یہی حال اُن خرید و فروخت کرنے والوں کا ہے جو سامان کی حقیقت و عیب چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ان کے سودے کی برکت مٹا دی جاتی ہے۔

البتہ ان میں سے جو کوئی سچائی کو آشکارا اور ظاہر کرنے کی کوشش کرے اللہ تعالیٰ اس کے علم میں، وقت میں اور دنیا میں برکت دیتا ہے۔ وہ نبیوں، صدیقیوں، شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ ہو جاتا ہے جو بہترین رفیق ہیں، یہ خدا کا خاص فضل ہے جسے چاہے دے اور اللہ تعالیٰ کا عالم ہونا کافی ہے۔

چھپانے سے حق کو غلبہ نہیں ملتا بلکہ جھوٹ سے حق پلٹ جاتا ہے

ہیں۔ مفتی کو چاہیے کہ پہلی قسم کے لوگوں کے سامنے تو صرف قرآن وحدیث کا حکم رکھ دے اس سے ایک انچ ادھر ادھر نہ سرکے۔ دوسری قسم کے لوگوں کے سامنے امام کا قول بیان کر دینے کی گنجائش تو ہے لیکن محض سرسری معلومات اور فقہ کی عام کتابوں کے حوالے سے جو اس نے پڑھا اور رٹ رکھی ہیں، اُن کی بنا پر اس قول کو امام کی طرف منسوب کرنا اور اسے امام ہی کا قول کہہ دینا ہرگز جائز نہیں جب تک کہ باقاعدہ خود اس کی تحقیق نہ کر لے۔ کیوں کہ ان لوگوں نے اماموں کے اقوال اور فعلوں کو بہت کچھ گڈ مڈ کر دیا ہے۔ وہ متاخرین جو ان ائمہ سے نسبت رکھتے تھے، ان کے اقوال کو باہم ملا دیا ہے بلکہ اُن ائمہ کی طرف منسوب لوگوں کے اختیارات کو بھی وہی درجہ اور وہی نام دے رکھا ہے۔

لہذا یہ اشد ضروری اور کام کی بات ہمیشہ یاد رہے کہ فقہ کی ان کتابوں میں جو کچھ ہے وہ سب ائمہ کی صراحت کی ہوئیں اور کہی ہوئی باتیں ہی نہیں بلکہ ان کتابوں میں اکثر تو وہ ہے جو امام کی صریح باتوں کے بالکل خلاف ہے، اور اکثر وہ باتیں ہیں جو ان کے فتوؤں کو سامنے رکھ کر گھڑ لی گئی ہیں، اور اکثر بعد والوں کے اپنے فتاویٰ جات ہیں۔ اب خواہ لفظ بھی ان کے ہوں خواہ صرف معنی ہی ان کے ہوں پس کسی کو حلال نہیں کہ یوں کہہ دے کہ یہ قول فلاں کا ہے اور یہ مذہب فلاں کا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اسے یقینی علم ہو جائے۔ یاد رکھو! مفتی کا منصب زبردست خطرے کا منصب ہے اور پھر اس کا خدا کے سامنے کھڑے ہونے کا وقت اور بھی خطرناک ہے۔

تیسری قسم کے مسائل کے جواب میں مفتی کے لیے گنجائش ہے کہ اپنی تحقیق پیش کر دے اور اپنے نزدیک جو بات درست اور حق ہو اسے بیان کر دے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ اُسے قبول کر لینا مسائل کے لیے ضروری نہیں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر لے۔

مفتی کو لازم ہے کہ ان تینوں درجات و مراتب اور اغراض ومقاصد کو پیش نظر رکھے، ان کے تقاضوں کو ملحوظ رکھے اور انھیں پورا بھی کر لے۔ اور یہ یقین رکھے کہ دین وہ ہے جو اللہ نے دین بنایا ہے۔ نیز

اور بہتان ہے۔ بہت سے سلف صالحین سے ثابت ہے کہ انھوں نے ایسے الفاظ کا بولنا مکر وہ سمجھا ہے کہ کہیں خدا یہ نہ فرما دے کہ تو نے جھوٹ کہا۔ میں نے نہ فلاں کام کو حلال کیا تھا اور نہ فلاں کام کو حرام کیا تھا۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریدہ بن الحصیب سے فرمایا: ”جب تو کسی قلعے کا محاصرہ کر لے اور وہ لوگ تجھ سے کہیں کہ ہم یہ قلعہ خالی کر دیتے ہیں اس شرط پر کہ اللہ و رسول ہمارے بارے میں جو فیصلہ کریں ہمیں منظور ہے۔ تو اس شرط پر ان سے قلعہ خالی نہ کرا کیا خبر کہ تو ان کے بارے میں خدا کے حکم کے مطابق فیصلہ کر پائے یا نہ کر پائے۔ انھیں اپنے اور اپنے ساتھیوں کے فیصلے پر قلعہ سے اتارنا۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے میں نے سنا ہے، فرماتے تھے کہ میں ایک مجلس میں تھا وہاں بڑے بڑے قاضیوں وغیرہ کا مجمع تھا۔ ایک مقدمے کے بارے میں ایک نے زُفر کے قول پر فیصلہ دیا تو میں نے کہا یہ کیسا فیصلہ ہے؟ اس نے کہا یہی حکم خدا ہے۔ میں نے کہا اچھا! تو زُفر کا حکم خدا کا حکم ہو گیا کہ سب مسلمانوں کو اس کی پابندی ضروری ہے۔ خبردار! ایسا پھر کبھی نہ کہنا یہ کہو کہ یہ زُفر کا فیصلہ ہے (نہ کہ خدا کا حکم)۔

فائدہ (۳):

سوال کرنے والے تین مقاصد لے کر مفتیوں کے پاس آتے ہیں۔ بعض کا مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ خدا اور رسول کا حکم معلوم کر لیں۔ ان کی اس کے سوا اور کوئی غرض نہیں ہوتی۔

بعض کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس امام کا حکم معلوم کر لیں جس کی تقلید کا پٹہ اس مفتی نے اپنے گلے میں ڈال رکھا ہے اور دوسرے کل اماموں کو چھوڑ کر اس نے صرف اسی کی تقلید کا ڈنکا بجا رکھا ہے۔

بعض کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس مفتی کے نزدیک جو بات ترجیح والی ہو اسے معلوم کر لے۔ کیوں کہ وہ اس کا معتقد ہے۔ اس کے دین پر، اس کی دیانت پر، اس کے علم پر، اس کی امانت پر اسے یقین ہے۔ وہ تو اس کی اپنی بات کو بطور تقلید کے بھی مان لینے کے لیے تیار ہے۔ اس کا مقصد کسی خاص امام کے قول سے نہیں۔

پس یہ تین قسم کے مسائل ہیں جن کی یہ تین مختلف غرضیں ہوتی

اس سے ڈرتا بھی رہے کہ آج جو جواب دوں گا کل خدا کے یہاں اُس کی بابت مجھ سے باز پرس ہوگی، مجھ سے حساب لیا جائے گا اور اس پر ثواب یا عذاب ہوگا ہر معاملے میں ہم اللہ سے مدد چاہتے ہیں۔

فائدہ (۱۴):

جو مفتی اللہ کے حضور اپنی پیشی کا یقین رکھتا ہے اُسے اس بات سے بہت ہی پرہیز کرنا چاہیے کہ جس مذہب کا وہ مقلد ہے اسی مذہب کا فتویٰ دے خصوصاً جب کہ اُسے معلوم ہو کہ حق دوسری جانب ہے۔ اُسے یہ ہرگز لائق نہیں کہ مذہبی تعصب برتے اور تقلید محض پر جم کر اپنے مذہب پر فتویٰ دے اور علم ہو کہ ٹھیک بات اور دلیل اُس کے برخلاف ہے۔ ایسا کرنے والا یقیناً اللہ اور اُس کے رسول ﷺ سے خیانت کرنے والا ہے۔ وہ سائل کو دھوکا دے رہا ہے اور خدائی عذابوں کو اپنے سر لے رہا ہے۔ ایسوں کو خدائے تعالیٰ راہِ راست نہیں دکھاتا۔ اسلام اور اہل اسلام سے دھوکا کرنے والوں پر جنت حرام ہے۔ دین تو نام ہے خیر خواہی کرنے کا، جب کہ دھوکا بازی اور خیانت اُس کی ضد ہے۔ جس طرح سچ کی ضد جھوٹ ہے اور حق کی ضد باطل ہے۔

ضروری ہے کہ ایسے وقت ہم اپنے مذہب سے ہٹ کر تقلید کے بندھن توڑ کر صاف کہہ دیں کہ بھئی ہمارے مذہب میں تو یوں ہے لیکن حق اس کے خلاف ہے اور تابعداری کے لائق صرف حق ہے، اسی کو تم لو اور اسی پر عمل کرو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو حق بولنے اور اس پر چلنے کی توفیق دے۔

فائدہ (۱۵):

مفتی کو جائز نہیں کہ سائل کو مصیبت زدہ کر دے، اسے پریشانی میں ڈال دے، اُس کے سامنے مختلف چیزیں رکھ دے کہ وہ بیچارہ کسی درست نتیجے تک نہ پہنچ سکے اور حیران رہ جائے۔ بلکہ اسے چاہیے کہ صاف اور واضح جواب دے تاکہ اُس کے دل میں کوئی الجھن باقی نہ رہے۔ کافی شافی جواب دے جس سے اس کا مقصود حل ہو جائے اور وہ مشکل میں نہ پڑے۔

مثلاً یہ ٹھیک نہیں کہ میراث کا کوئی مسئلہ پوچھا گیا اور اس نے

کہہ دیا کہ اللہ عزوجل نے جو حصے جس وارث کے لیے مقرر کر دیے ہیں وہ انھیں دے دیے جائیں، اور یہ فلاں فلاں کتابوں میں موجود ہے، ایسا جمل فتویٰ سائل کی نہ تو تفسی کر سکتا ہے نہ اُسے کوئی فائدہ دے سکتا ہے۔

کسی سے پوچھا گیا کہ سورج اور چاند گہن کی نماز کس طرح پڑھی جائے؟ اُس نے جواب دیا جس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی حدیث میں ہے۔ اب فرمائیے کہ اس سے پوچھنے والے کے پلے کیا پڑا؟ گو بہ نسبت پہلے جواب کے یہ قدرے عالمانہ جواب ہے۔

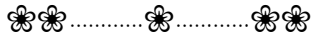
ایک صاحب سے زکوٰۃ کے مسئلے کا سوال ہوتا ہے تو وہ فرماتے ہیں جو فیاض دل ہیں وہ تو اپنا کل مال راہِ اللہ دے دیں اور دیگر لوگ اتنا جتنا اُن پر واجب ہو۔

ایک صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا جاتا ہے وہ فرماتے ہیں اس میں دو قول ہیں اور بس۔ ابن حزم فرماتے ہیں کہ ایک صاحب تھے کہ جب کسی دوسرے سے فتویٰ لکھا کر اُن کے پاس لے جاتے تو وہ تحریر فرما دیتے کہ میرا جواب بھی شیخ کی مانند جواب کے ہے۔ اتفاقاً ایک مرتبہ ایک فتویٰ اُن کے سامنے پیش ہوا جس میں دو مفتیوں کی تحریر تھی اور دونوں ایک دوسرے کے خلاف تھے۔ تو حسبِ عادت آپ نے اس کے نیچے بھی لکھ مارا کہ میرا جواب وہی ہے جو ان دونوں شیخ کا ہے۔ اُن سے کہا گیا کہ حضرت ان دونوں کے جواب میں تو آپس میں تناقض اور اختلاف ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں میں بھی تناقض اور اختلاف کرتا ہوں۔

ایک صاحب مشہور فتویٰ نویس تھے اپنے مذہب میں بڑے مشہور عالم تھے۔ بادشاہ کا نائب اُن کے پاس فتویٰ بھیج دیا کرتا تھا تو وہ اتنا ہی لکھ دیا کرتے تھے کہ اس طرح یہ جائز ہے، یا اس طرح یہ صحیح ہے یا یہ اپنی شرط کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے۔ آخر اس نے تنگ آ کر کہلوا یا کہ جناب مفتی صاحب! یہ جو آپ لکھ دیتے ہیں کہ یہ اپنی شرط کے ساتھ منعقد ہو جاتا ہے اور یہ نہیں لکھتے کہ شرط کیا ہے تو ہمیں کیا فائدہ؟ یا تو آپ یہ لکھنا ہی چھوڑ دیں یا وہ شرط بھی بیان فرما دیا کریں۔

میں حضرت علیؑ اور حضرت ابن مسعودؓ کا اختلاف ہو یا حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا اختلاف ہو یا حضرت زیدؓ اور حضرت ابیؓ کا اختلاف ہو اور مفتی کے نزدیک کسی قول کی ترجیح ثابت نہ ہوئی ہو تو ایمانداری کا تقاضا یہی ہے کہ وہ کہہ دے کہ اس میں فلاں فلاں صحابہ کا اختلاف ہے۔ اس کا اتنا کہہ دینا کافی ہے اس نے اپنے علم کے مطابق اپنا دامن پاک کر لیا۔

امام ابو بکر بن داؤد ظاہریؒ کے پاس ایک عورت آئی اور پوچھا کہ جو شخص نہ تو اپنی بیوی کو اچھی طرح بساتا ہو اور نہ اُسے شریعت کے مطابق طلاق ہی دیتا ہو اُس کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا: اس بارے میں اہل علم میں اختلاف ہے کچھ تو کہتے ہیں کہ عورت کو صبر کا اور خدا سے طلب ثواب کا حکم دیا جائے اور اپنے گزر اوقات کے لیے کام کاج کرنے کو کہا جائے جس سے اس کے پلے کچھ پڑ جایا کرے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ خاوند کو حکم دیا جائے کہ نان نفقہ اچھی طرح ادا کرے، اور اسے طلاق دینے پر آمادہ نہ کیا جائے۔ عورت اچھی طرح سمجھ نہ سکی اس نے پھر سوال دہرایا تو فرمایا: میں نے تو تجھے جواب دے دیا۔ تیرے مطلب کی رہنمائی کر دی اب نہ تو میں بادشاہ ہوں کہ اپنا حکم جاری کر سکوں نہ قاضی ہوں کہ فیصلہ کر دوں۔ نہ خاوند ہوں کہ راضی ہو جاؤں تم جاؤ میں نے تمہیں بتا دیا۔ [جاری ہے]



ضروری اطلاع

قارئین الاعتصام کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ وہ سالانہ زیر تعاون بذریعہ ڈرافٹ ارسال فرمایا کریں بذریعہ چیک یا کراس چیک نہ بھیجا کریں۔ کیوں کہ لاہور سے باہر برانچوں کے چیکس پر بینک چارجز سے ادارے کو وصولی کم ہوتی ہے۔ اس لیے پوری وصولی کے لیے برائے مہربانی ڈرافٹ یا منی آرڈر ارسال کیا کریں۔ امید ہے قارئین تعاون فرمائیں گے۔ جزاکم اللہ خیراً [منہج]

ہمارے شیخ فرمایا کرتے تھے کہ اگر فتوے کی یہی صورت ہو تو ہر جاہل سے جاہل شخص بھی فتویٰ دے سکتا ہے۔ ہر مسئلے پر لکھ سکتا ہے کہ یہ اُس کی شرط کے ساتھ ہو تو جائز ہے، یہ اپنی شرط کے ساتھ صحیح ہے یا یہ اپنی شرط کے ساتھ مقبول ہے وغیرہ۔ نہ یہ علم ہے اور نہ اس سے کسی قسم کا کوئی فائدہ ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ سائل کی پریشانی بڑھے اور الٹا چکر میں پڑے۔ اسی طرح بعض کا یہ کہہ دینا کہ اس مسئلے میں سلطان کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ بھلا کوئی پوچھے کہ اس لغو عبارت سے کیا نتیجہ؟ اگر شرح اور شرح جیسے بھی حاکم ہوں تب بھی خدا و رسول کے احکام اس کی رائے کی جانب نہیں لوٹائے جاسکتے پھر ہمارے زمانے کے حاکموں کا تو کہنا ہی کیا ہے! اللہ بچائے۔

ایسے ہی ایک مفتی صاحب سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے کہا اس میں اختلاف ہے۔ پوچھا گیا پھر سائل کیا عمل کرے؟ جواب دیا اس کے لیے قاضی دونوں مذہبوں میں سے جو چاہے منتخب اور پسند کر دے۔ ابوالسعادات ابن اثیر جزری کے سامنے بیان ہوا کہ ایک صاحب سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ اس میں دو قول ہیں۔ یہ سن کر ابوالسعادات بڑے ناراض ہوئے اور فرمانے لگے کہ جواب سے لا جواب ہے۔ سائل کو اس سے کوئی فائدہ نہیں نہ اس نے مطلب کی کوئی بات کہی نہ جواب دیا۔ ہاں اس میں ایک صورت ہے وہ یہ کہ کوئی ایسا ہی مسئلہ کسی وقت آپڑتا ہے کہ مفتی عالم ہونے کے باوجود اس میں کسی جانب صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا تو ایسے وقت بے شک اُسے یہی کرنا پڑتا ہے کہ اختلاف نقل کر دے اور خود کوئی فیصلہ نہیں کرتا۔

چنانچہ امام احمدؒ وغیرہ ائمہ سے بھی بعض ایسے مسائل میں منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اس میں دو قول ہیں یا فرمایا کہ اس میں اختلاف ہے۔ امام احمدؒ کے بہت سے جواب ایسے ہیں حالاں کہ دنیا جانتی ہے کہ آپ علم و تقویٰ میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ اسی طرح امام شافعیؒ سے بھی ایسے اقوال مروی ہیں بلکہ ان کے شاگردوں میں ایسی عبارت کے ایک معنی تو یہ کیے گئے ہیں کہ یہ دونوں قول انھی کی طرف منسوب کیے جائیں گے۔ دوسرے معنی یہ کیے گئے ہیں کہ اُن کی طرف نسبت نہیں ہو سکتی۔ آپ اس مثال سے سمجھئے کہ کسی مسئلہ

اسلامی مہینے اور ان کا تعارف ۵

مولانا محمد ارشد کمال

رمضان المبارک:

رمضان اسلامی سال کا نواں قمری مہینا ہے۔ اس کا تلفظ یوں ہے: رَ، مَ، ض تینوں مفتوح (زبر کے ساتھ) جب کہ الف ساکن ہے یعنی رَ، مَ، ضان

یہ رمض سے مشتق ہے جو باب ضَرَبَ یَضْرِبُ، نَصَرَ یَنْصُرُ اور سَمِعَ یَسْمَعُ سے مصدر آتا ہے۔ اس کا معنی: شدید گرمی، دھوپ کی شدت سے تپ جانے والی زمین یا پتھر، نیزے کے پھل کو تیز کرنا، گرمی کی شدت سے کسی کا جلنا وغیرہ آتا ہے۔

کتب لغت میں ہے: رمض اشیء کسی چیز کی حرارت سخت ہونا: رمض الیوم دن کا بہت گرم ہونا، رمض قدمہ گرم زمین سے پاؤں کا جلنا، رمض النعل نیزے کے پھل کو تیز کرنا، رمض الصائم پیاس کی شدت سے روزہ دار کا اندرونی حصہ گرم ہونا، جلنا۔

کہاوت ہے: کالمستجیر من الرمضاء بالنار اُس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے آگ کی پناہ لے۔ یہ کہاوت ایسے شخص کے بارے میں ہے جس میں دوہری خرابیاں پائی جائیں ایک سے بچو تو دوسری اس سے زیادہ خطرناک ہو۔

[القاموس الوحید، المنجد، مصباح اللغات، المعجم الوسیط، مادہ: رم، ض]

حدیث میں آتا ہے:

«صَلَاةُ الْاَوَّلَيْنِ حِينَ تَرْمَضُ الْفُصَالُ»

[مسلم، کتاب صلاة المسافرين، رقم: ۱۷۴۶]

”یعنی نماز اوّلین کا (افضل) وقت وہ ہے جب اونٹ کے بچوں کے پاؤں دھوپ میں گرم ریت پر چلنے سے تپنے لگیں۔“

یعنی اونٹ کے بچوں کے پاؤں اس درجہ جلنے لگیں کہ وہ چرنا چھوڑ دیں۔ یہ نماز چاشت کا افضل وقت ہے یعنی جب دھوپ کی شدت ہوتی ہے۔

’رمضان‘ عربی لفظ ہے جو ہمیشہ مذکر ہی استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع: رمضانات، رمضانون، رماضین، ارمضا اور ارمضة آتی ہے۔

”ماہ رمضان کے دوسرے نام“: ماہ رمضان کو دور جاہلیت میں ”ناتق“ بھی کہا جاتا تھا، علامہ ازہری کہتے ہیں کہ انجیل وغیرہ کتب میں اسے حطّہ بھی کہا گیا ہے کیوں کہ یہ روزے دار کے گناہ گرا دیتا ہے۔

[تاج العروس]

سیدنا سلمان فارسی سے فضائل رمضان پر نبی ﷺ سے مروی ایک روایت میں اس مہینے کے یہ نام بھی بیان کیے گئے:

شهر عظیم، شهر مبارک، شهر الصبر، شهر

المواساة۔ [ابن خزيمة: ۱۹۲/۳، رقم: ۱۸۸۷ ضعیف]

ہمارے ہاں اسے شہر ماہِ صیام یعنی روزوں کا مہینا بھی کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوالخیر طالقانی نے اپنی کتاب ”حظائر القدس“ میں رمضان کے ساٹھ نام ذکر کیے ہیں۔

[فتح الباری: ۱۳۳/۷]

تاہم حافظ صاحب نے ان ناموں کی تفصیل بیان نہیں کی۔

رمضان کی وجہ تسمیہ: اس میں اختلاف ہے کہ رمضان کو رمضان

کیوں کہا جاتا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

واختلف فی تسمية هذا الشهر رمضان

[فتح الباری: ۱۴۶/۴]

یعنی ”ماہ رمضان کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے۔“

تاہم ذیل میں ہم چند اقوال بیان کر رہے ہیں امید ہے کہ طالبان علم ان سے مستفید ہو سکیں گے۔

❁..... اس مہینے میں گرمی کی وجہ سے اونٹ کے بچوں کے پاؤں

جلنے لگے تھے اس لیے اسے رمضان کہا گیا۔ [غنیۃ الطالبین: ۱/۴۸۰]

❁..... اس میں گرمی کی شدت سے پتھر جلنے لگے تھے، رمضاء

گرم پتھر کو کہتے ہیں۔ لہذا اسی مناسبت سے اسے رمضان کہا گیا۔ [ایضاً]

❁..... اس میں روزے داروں کے گناہوں کو جلایا جاتا ہے۔

اس وجہ سے یہ ماہ رمضان ہے۔ [غنیۃ الطالبین: ۱/۴۸۰؛ تفسیر

قرطبی: ۲/۲۸۶؛ فتح الباری: ۴/۱۴۶]

❁..... یہ دلوں کو گرماتا ہے، جس سے دل نصیحت پکڑتے ہیں

اور آخرت پر غور و فکر کرتے ہیں۔ جیسے ریت اور پتھر سورج کی حرارت

جذب کر لیتے ہیں۔

[غنیۃ الطالبین: ۱/۴۸۱؛ تفسیر قرطبی: ۲/۲۸۶]

❁..... خلیل نحوی کے نزدیک ماہ رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ

گناہوں سے جسموں کو دھو ڈالتا ہے اور دلوں کو پاک صاف کر دیتا ہے۔

[غنیۃ الطالبین: ۱/۴۸۱]

❁..... ابن سکیت کہتے ہیں کہ اس مہینے میں عرب لوگ اپنے

ہتھیاروں کو تیز کیا کرتے تھے۔ تاکہ شوال میں حرمت والے مہینوں سے

قبل ان ہتھیاروں کے ذریعے لڑا جاسکے۔ تو اس مہینے میں ہتھیار تیز

کرنے کی وجہ سے اسے رمضان کہا جانے لگا (کیوں کہ رمض کا معنی تیز

کرنا بھی آتا ہے۔) [تفسیر قرطبی: ۲/۲۶۸]

❁..... علامہ مجد الدین فیروز آبادی، علامہ الجوهری، ابن فارس

وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ جب قدیم عربوں کی زبان سے ان مہینوں کے

نام نقل کیے گئے تو اس وقت جو مہینا جس موسم میں آیا اس کا اسی مناسبت

سے ویسا ہی نام تجویز کیا گیا۔ تو اتفاق سے رمضان کا مہینا سخت گرمی کے

موسم میں آیا اس لیے اس کا نام رمضان رکھ دیا گیا۔ [القاموس المحيط:

۲/۹۹۰؛ تفسیر القرطبی: ۲/۲۸۶؛ زاد المسیر فی علم التفسیر:

[۱/۴۳۱]

رمضان کو رمضان کہا جائے یا ماہ رمضان؟ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَقُولُوا: رَمَضَانَ، فَإِنَّ رَمَضَانَ اسْمُ اللَّهِ، وَلَكِنْ

قُولُوا: شَهْرُ رَمَضَانَ» [الکامل لابن عدی: ۷/۵۳]

”تم (ماہ رمضان کو) رمضان نہ کہو بے شک رمضان اللہ تعالیٰ

کا نام ہے بلکہ تم ماہ رمضان کہا کرو۔“

اس روایت سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ ماہ رمضان کو بغیر

اضافت کے یعنی صرف رمضان کہنا جائز نہیں۔ کیوں کہ رمضان اللہ تعالیٰ

کے اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے۔ بعض لوگ بھی اسی کے قائل ہیں

جیسے اصحاب مالک ہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک اس کا استعمال اضافت

(ماہ رمضان) اور بغیر اضافت (رمضان) کے دونوں طرح جائز ہے۔ گو

قرآن مجید میں اس کا استعمال صرف اضافت (ماہ رمضان) ہی سے ہے

تاہم احادیث میں یہ اضافت اور بغیر اضافت کے دونوں طرح آیا ہے۔

لہذا دونوں طرح جائز ہے۔

علامہ ابن حجب اور دیگر نحوی کہتے ہیں:

لا تضيف لفظ شهر بشهر الا الذي في اوله راه -

”یعنی جن مہینوں کے ناموں کا پہلا حرف ”ر“ ہے (جیسے

رمضان اور ربیع) ان کے سوا کسی اور مہینے کے نام سے پہلے شہر

(ماہ) کا لفظ ذکر نہیں کیا جاتا۔“

ابن حجب کی اس بات سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ”ر“ والے

ناموں کے شروع میں شہر (ماہ) کا استعمال لازمی کرنا چاہیے۔

[توفیق الباری: ۳/۶۳]

جہاں تک سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ روایت کا تعلق ہے

تو وہ بالاتفاق ضعیف اور موضوع ہے جیسا کہ محدثین نے اس کی

وضاحت فرمادی ہے۔ چنانچہ امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”هذا حديث موضوع لا أصل له، وأبو معشر

اسمه نجیح، كان يحيى بن سعيد يضعفه ولا

يحدث عنه ويضحك إذا ذكره۔ وقال يحيى بن معين: اسنادہ ليس بشيء، قلت: ولم يذكر أحد في أسماء الله تعالى رمضان ولا يجوز أن يسمى به إجماعاً۔ [الموضوعات: ۱۸۷/۲]

”یہ حدیث موضوع ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس روایت کا راوی ابو معشر جس کا نام کجج ہے امام یحییٰ بن سعید نے اسے ضعیف کہا ہے انھوں نے اس سے کوئی حدیث بیان نہیں کی ہے۔ بلکہ اس کے ذکر پر ہنستے تھے اور یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں رمضان کسی ایک نے بھی ذکر کیا اور اس پر اجماع ہے کہ (اللہ تعالیٰ کا) یہ نام رکھنا جائز ہے۔“

علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

[تذکرۃ الموضوعات: ۷۰/۱]

معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے۔ لہذا رمضان یا ماہ رمضان کہنا دونوں طرح درست ہے۔ چنانچہ مولانا داؤد راز فرماتے ہیں: ”لفظ رمضان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوا اور شہر رمضان خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ ثابت ہوا کہ دونوں طرح سے اس مہینے کا نام لیا جاسکتا ہے۔“ [بخاری مترجم: ۱۷۳/۳]

المبارک: (اَلَمْ، مٌ، بَا، رَک) المبارک الشہر محذوف کی صفت ہے۔ یہ لفظ عام طور پر رمضان کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ یعنی کہا جاتا ہے: رمضان المبارک، کیوں کہ مبارک کا معنی ہے: برکت دیا ہوا، بابرکت۔ تو رمضان المبارک کا معنی یہ ہوا: رمضان کا بابرکت مہینا۔

اسے رمضان المبارک کہنے کی اس کے سوا اور کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ یہ سارے کا سارا مہینا ہی برکتوں والا ہے۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے ”شہر مبارک“ کہا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اتَاكُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُبَارَكٌ، فَارْضَوْا عَزَّوَجَلَّ

عَلَيْكُمْ صِيَامُهُ تَفْتَحُ فِيهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَتُغْلَقُ فِيهِ أَبْوَابُ الْجَحِيمِ، وَتُغْلَقُ فِيهِ مَرَدَّةُ الشَّيَاطِينِ، لِلَّهِ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حَرَّمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حَرَّمَ» [نسائی، کتاب الصیام، باب ذکر الاختلاف علی معمر فیہ، رقم:

[۲۱۰۶]

”تمہارے پاس رمضان کا بابرکت مہینا آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا روزہ تم پر فرض کیا ہے اس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین بند کر دیے جاتے ہیں۔ اس ماہ میں ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے جو شخص اس کی خیر و بھلائی سے محروم کر دیا گیا تو وہ (ہر خیر سے) محروم کر دیا گیا۔“

سحری میں برکت: سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السُّحُورِ بَرَكَهً» [بخاری، کتاب

الصوم، باب بركة السحور من غير ايجاب، رقم:

[۱۹۲۳]

”سحری کھایا کرو کیوں کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔“ سیدنا عرابض بن ساریہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان میں سحری کے لیے بلایا اور فرمایا:

«هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ» [ابوداؤد، کتاب الصیام،

باب من سمى السحور الغداء، رقم: ۲۳۴۴]

”آؤ! مبارک کھانا کھاؤ۔“

ماہ رمضان میں تمام مسلمان انتیس یا تیس دن بلاناغہ سحری کھاتے ہیں۔ اس لحاظ سے رمضان کے پورے مہینے میں مسلسل برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

افطاری کی کھجوروں میں برکت: سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا أَفْطَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَفْطِرْ عَلَى تَمْرٍ فَإِنَّهُ بَرَكَهٌ فَإِنْ لَمْ

يَجِدُ تَمَرًا فَأَلَمَاءُ فَإِنَّهُ طُهُورٌ ۝ [ترمذی، کتاب الزکاة، باب ما جاء فی الصدقة علی ذی القرباة، رقم: ۶۵۸ وسنده صحیح]

”جب تم میں سے کوئی (روزہ) افطار کرے تو وہ کھجور سے افطار کرے کیوں کہ وہ باعث برکت ہے۔ اگر کھجور نہ ملے تو پھر پانی سے افطار کرے کیوں کہ وہ باعث طہارت ہے۔“

ماہ رمضان میں مسلسل سحری و افطاری کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور بوقت افطار کھجور بھی خوب کھائی جاتی ہے اس لیے اس پورے مہینے میں صبح و شام مسلسل برکتوں کا نزول رہتا ہے۔

برکت والی رات: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿حَمْدٌ ۝ وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْمُفْرَكَةِ ۝ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ﴾ [الدخان: ۱ تا ۳]

”حم، قسم ہے اس وضاحت والی کتاب (قرآن) کی۔ یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں نازل کیا ہے۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔“

یہاں بابرکت رات سے مراد لیلۃ القدر ہے جیسا کہ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر یوں صراحت ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر: ۱]

”بے شک ہم نے اس قرآن کو شب قدر میں نازل فرمایا۔“

ایک مقام پر یوں صراحت فرمادی:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

”ماہ رمضان میں قرآن نازل کیا گیا۔“

یہ شب قدر رمضان المبارک ہی کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ نزول قرآن کی رات یعنی شب قدر کو بابرکت رات قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بابرکت ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ ایک تو اس میں قرآن کا نزول ہوا۔ دوسرے اس میں فرشتوں اور روح الامین کا نزول ہوتا ہے۔ تیسرے اس میں سارے سال میں ہونے والے

واقعات کا فیصلہ کیا جاتا ہے [جیسا کہ اسی سورہ دخان کی آیت نمبر ۴ میں ہے]۔ چوتھے اس رات کی عبادت ہزار مہینے یعنی ۸۳ سال ۴ ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔ [دیکھیں سورۃ القدر]

ثواب میں برکت: رمضان المبارک میں کیے ہوئے نیک اعمال کے ثواب میں بھی بہ نسبت دوسرے مہینوں کے اضافہ اور برکت ہوتی رہتی ہے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انصاری خاتون سے پوچھا کہ تو نے ہمارے ساتھ حج کیوں نہیں کیا؟ وہ کہنے لگی کہ ہمارے پاس صرف دو ہی اونٹ تھے۔ ایک پر میرا خاوند اور بیٹا سوار ہو کر حج کرنے چلے گئے جب کہ دوسرا اونٹ ہمارے لیے چھوڑ گئے جس پر ہم پانی لاتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرْ، فَإِنَّ عُمْرَةً فِيهِ تَعْدِلُ حَجَّةً﴾ [مسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرة فی

رمضان، رقم: ۱۲۵۶؛ بخاری، رقم: ۱۷۸۲]

”جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیوں کہ رمضان کا عمرہ (ثواب میں) حج کے برابر ہے۔“

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فیہ أن ثواب العمل یزید بزيادة شرف الوقت کما یزید بحضور القلب وبخلوص القصد۔

[فتح الباری: ۷۶۳/۳]

”اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس طرح حضور قلب اور اخلاص نیت کی بنا پر عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے اسی طرح مبارک وقت کی مناسبت سے عمل کا ثواب بھی بڑھتا ہے۔“

رمضان المبارک کے فضائل: ماہ رمضان المبارک فضائل کے

باب میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ کتاب وسنت میں سب مہینوں سے بڑھ کر اسی کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ اسی لیے اس کے فضائل و مسائل پر مشتمل بیسیوں کتب اب تک منصہ شہود پر آ چکی ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا (ان شاء اللہ)۔

سطور ذیل میں ہم اپنے قارئین کے لیے انھیں فضائل میں سے چند ایک کا تذکرہ کرتے ہیں۔

﴿..... نزول قرآن﴾: ماہ رمضان المبارک کو ایک یہ بھی بے مثل فضیلت حاصل ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کا آخری کلام قرآن مجید، فرقانِ حمید نازل ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کی ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔“

رمضان المبارک کی یہی فضیلت کافی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوا جو سب سے اعلیٰ، خوب صورت اور جامع و مانع کلام ہے۔ دنیا کے تمام دانشور، ادیب اور فصیح مل کر بھی کلام الہی جیسی ایک بھی آیت نہیں بنا سکتے۔ یہ کلام لوگوں کے لیے ہدایت ہے، شرک و بدعت کے اندھیروں میں روشنی کا چراغ ہے۔

﴿..... گناہوں کی بخشش﴾: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ، وَمَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾ [بخاری، کتاب الصوم، باب من صام رمضان

ایماناً واحتساباً.....، رقم: ۱۹۰۱]

”جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصولِ ثواب کی نیت سے عبادت میں کھڑا ہو اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے بھی اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔“

﴿..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ﴾ [مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب الترغيب

فی قیام رمضان.....، رقم: ۷۵۹]

”جس نے رمضان میں ایمان کی وجہ سے اور ثواب کی نیت سے قیام کیا تو اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔“

﴿..... سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”(لوگو!) میرے منبر کے پاس حاضر ہو جاؤ۔“ ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ جب آپ ﷺ منبر کی پہلی سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا: ”آمین“، دوسری پر چڑھے تو فرمایا: ”آمین“، جب تیسری پر چڑھے تو پھر فرمایا: ”آمین“۔ پھر جب آپ منبر سے نیچے تشریف لائے تو ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہم نے آج آپ سے خلاف معمول ”آمین“ سنی ہے۔ پہلے کبھی اس طرح نہیں سنی تھی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ السَّلَامُ عَرَضَ لِي، فَقَالَ: بَعْدًا لِمَنْ أَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهُ، قُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَفِئْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ: بَعْدًا لِمَنْ ذُكِرَتْ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ، قُلْتُ: آمِينَ، فَلَمَّا رَفِئْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ: بَعْدًا لِمَنْ أَدْرَكَ أَبَوَاهُ الْكَبِيرَ عِنْدَهُ أَوْ أَحَدَهُمَا فَلَمْ يَدْخُلْهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ: آمِينَ﴾ [مستدرک حاکم، کتاب البر والصلوة:

۱۵۴/۴، قال الحاکم: صحيح الاسناد، ووافقه الذهبي]

”بے شک (جب میں پہلی سیڑھی پر چڑھا) تو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے پاس حاضر ہو کر بددعا کرنے لگے: وہ شخص رحمت الہیہ سے دور ہو جائے جو رمضان کا مہینہ پالے پھر اس کی بخشش نہ ہو، میں نے آمین کہا۔ جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل نے کہا: وہ شخص رحمت الہیہ سے دور ہو جس کے پاس آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے، میں نے آمین کہا۔ اور جب تیسری سیڑھی پر چڑھا تو جبریل نے پھر بددعا کی کہ وہ شخص رحمت الہیہ سے دور ہو جس کے سامنے اس کے ماں اور باپ دونوں کو یا ایک کو بڑھاپا

پہنچا اور انھوں نے اسے جنت میں داخل نہ کرایا، تو میں نے آمین کہا۔“

..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«الصَّلَاةُ الْخُمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ، مُكْفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ، إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ» [مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء والصلاة عقبہ، رقم: ۲۳۳]

”پانچوں نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک درمیانی مدت کے گناہوں کو مٹا دینے والے ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔“

معلوم ہوا کہ ماہ رمضان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت، بخش اور مغفرت کی موسلا دھار بارش ہوتی ہے جس میں ایمان داروں کو گناہوں کی گندگی اور پلیدی سے پاک صاف ہونے کا ایک سنہری موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ تو جو شخص اس سے فائدہ نہ اٹھائے اور خود کو گناہوں کی نجاستوں میں غرق رکھے وہ انتہائی بد بخت اور بد قسمت ہے کہ اس میں وہ نیک اعمال کر کے اپنی بخشش نہ کروا سکا۔ گویا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا ہے۔

..... جہنم سے آزادی: سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِنَّ لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَ كُلِّ فِطْرِ عَتَقَاءَ، وَذَلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ» [ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ما جاء فی فضل رمضان، رقم: ۱۶۴۳]

”اللہ تعالیٰ ہر افطار کے وقت لوگوں کو (جہنم سے) آزاد فرماتا ہے اور یہ (رمضان کی) ہر رات میں ہوتا ہے۔“

..... سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَ كُلِّ فِطْرِ عَتَقَاءُ» [احمد: ۲۵۶/۵]

قال الهیثمی فی المجمع: ۱۴۳/۳۔ رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر، ورجالہ موثقون؛ وقال المنذری فی الترغیب: ۳۳/۲۔ رواہ احمد باسناد لا بأس بہ]

”اللہ تعالیٰ ہر افطار کے وقت لوگوں کو (جہنم سے) آزاد فرماتا ہے۔“
..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا كَانَتْ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ، صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرْدَةُ الْجِنَّ، وَعُلِقَتِ أَبْوَابُ النَّارِ، فَلَمْ يَفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ. وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ، فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَنَادَى مُنَادٌ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ أَقْبِلْ۔ وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ۔ وَلِلَّهِ عَتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذَلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ» [ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ما جاء فی فضل شهر رمضان، رقم: ۱۶۴۲]

”جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیطانوں اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہتا اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں رہتا اور ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے: اے نیکی کے طلبگار! آگے بڑھ (اور نیکی کر) اے برائی کے طلبگار! (گناہ سے) رک جا۔ اور اللہ تعالیٰ جہنم سے لوگوں کو آزاد کرتا ہے۔ (رمضان میں) ہر رات اسی طرح ہوتا ہے۔“

اللہ، اللہ ماہ رمضان کی شان اور اس کی عظمت کہ ہر شب بے شمار گناہ گاروں کو دوزخ کی آگ سے آزادی ملتی ہے۔ یہ شرف اور اعزاز بھی صرف اسی مہینے کو حاصل ہے کہ جس کی ہر رات گناہ گاروں کے لیے خوشی کا پیغام لے کر شروع ہوتی ہے۔ اللہ ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمائے جنہیں جہنم سے آزاد کر دیا گیا ہے۔ تاہم اس کے لیے آئندہ اپنی اصلاح اور گناہوں سے توبہ کرنا ضروری ہے۔

..... دعاؤں کی قبولیت: سیدنا ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ لِلَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى عَتَقَاءَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ يَغْنِي فِي رَمَضَانَ - وَإِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ دَعْوَةً مُسْتَجَابَةً» [التَّوْحِيدُ وَالتَّوْحِيدُ، كتاب الصوم، رقم: ۱۴۷۳]

”بے شک اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کے ہر دن اور رات میں لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے اور رمضان کے ہر دن اور رات میں ہر مسلمان کے لیے ایک ایسی دعا ہے جسے قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔“

❁..... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا:

«ثَلَاثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ: الصَّائِمُ حَتَّى يُفْطِرَ، وَالْإِمَامُ الْعَادِلُ، وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ يَرْفَعُهَا اللَّهُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَيَفْتَحُ لَهَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ، وَيَقُولُ الرَّبُّ: وَعِزَّتِي لَا نُصَرِّفُكَ وَكَوْنُ بَعْدَ حِينَ» [ترمذی، کتاب الدعوات، باب فی العفو والعافیة، رقم: ۳۵۹۸ وقال: حسن]

”تین بندے ایسے ہیں جن کی دعا رد نہیں کی جاتی: روزہ دار حتی کہ وہ روزہ افطار کر لے، عادل حکمران، اور مظلوم کی دعا تو اللہ تعالیٰ بادلوں کے اوپر اٹھاتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے بھی کھول دیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میری عزت کی قسم! میں ضرور تیری مدد کروں گا خواہ کچھ دیر بعد ہی ہو۔“

❁..... سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لَدَعْوَةً مَا تُرَدُّ» [ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب فی الصائم لا ترد دعوتہ، رقم: ۱۷۵۳ صحیحہ البوصیری وقال: رجالہ ثقات]

”روزے دار کے لیے افطاری کے وقت ایک ایسی دعا ہوتی ہے جو رد نہیں ہوتی۔“

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کا پورا مہینہ دعاؤں اور التجاؤں کی قبولیت کا ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہر وقت اور ہر آن کھلے ہوئے ہیں۔ انسان میں بندگی کا احساس اور مانگنے کا سلیقہ ہو تو مالک بے نیاز ہر وقت اپنے بندوں کی دعائیں سنتا اور ان کی مرادیں بر لاتا ہے:

جو مانگنے کا سلیقہ ہے اس طرح مانگو خدا کے در سے بندے کو کیا نہیں ملتا لیکن شب و روز کے اس نظام میں بعض ایام و شہور ایسے بھی آتے ہیں جن میں رحمت الہی کا دریا جوش میں ٹھاٹھیں مارنے لگ جاتا ہے۔ اس میں اگر دل کی لگن کے ساتھ دعا کی جائے تو وہ قبول ہوتی ہے۔ ☆ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ تُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ [البقرة: ۲: ۱۸۶]

”اور جب تجھ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو میں بہت ہی قریب ہوں۔ ہر وقت پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے، قبول کرتا ہوں۔ اس لیے لوگوں کو بھی چاہیے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے پہلے اور بعد میں رمضان المبارک کے احکام و مسائل بیان کیے جب کہ درمیان میں یہ دعا کا مسئلہ بیان کر کے ایک تو اس کی فضیلت واضح کر دی اور دوسرا اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ ماہ رمضان دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے۔ واللہ اعلم

❁..... رحمت کے دروازوں کا کھلنا

❁..... جنت کے دروازوں کا کھلنا

☆..... دعا کے جملہ مسائل پر راقم کی کتاب ”تختہ السائلین“ کا مطالعہ فائدہ مند رہے گا۔ ان شاء اللہ

..... ❁ شیاطین کا پابند سلاسل ہونا

”جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے بڑے اہتمام سے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے مکمل طور پر بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

«إِذَا كَانَ رَمَضَانُ فَتُحْتَفَتُ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ وَغُلِقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلِّسَتِ الشَّيَاطِينُ» [مسلم، کتاب

الصیام، باب فضل شهر رمضان، رقم: ۱۰۷۹]

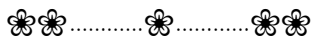
جناب عرفجہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی نے بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”رمضان میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں، اور ہر سرکش شیطان پابند سلاسل کر دیا جاتا ہے، ایک اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے: اے نیکی کے طالب! نیکی کر، اے برائی کے طالب! برائی سے رک جا۔“

ماہ رمضان کے روزے اللہ تعالیٰ نے امت محمد (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) پر فرض کیے ہیں۔ جیسا کہ اس نے فرمایا ہے:

﴿شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ
وَيَبَيِّنُ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ
الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۖ وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ
مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۗ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ
الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمُ
وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ [البقرة: ١٨٥]

”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تمیز کی نشانیاں ہیں۔ تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہیے۔ ہاں جو بیمار ہو، یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں یہ گنتی پوری کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، سختی کا نہیں۔ وہ چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایت پر اس کی بڑائی بیان کرو اور اس کا شکر کرو۔“



حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رَحْمَةُ اللهِ

ایک عظیم داعی اور مصلح

م 1927.....2008م

ڈاکٹر حافظ عبدالرشید اظہر، اسلام آباد

ہوگئی۔ ایک اور جنازہ گزرا تو لوگوں نے اُس کا ذکر برے الفاظ میں کیا تو آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: وَجِبْتُ ”واجب ہوگئی“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا ہوں، ایک جنازہ گزرا، اس کا ذکر خیر ہوا تو آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: ”وجبت“ پھر دوسرا جنازہ گزرا اس کا ذکر برے الفاظ میں ہوا تو آپ نے پھر تین بار فرمایا: ”وجبت“ (اس سے آپ کی کیا مراد تھی؟) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم لوگوں نے جس کا ذکر مدح و ثنا سے کیا تھا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کا ذکر تم لوگوں نے برے الفاظ سے کیا اس کے لیے جہنم کی آگ واجب ہوگئی، پھر آپ ﷺ نے تین بار فرمایا: ”تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔“

امام نووی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تصریحات کے مطابق رائج قول یہی ہے کہ یہ فرمان نبوی تمام مرحومین کے لیے عام ہے، صرف ان دو کے ساتھ خاص نہیں تھا۔ مرنے والوں کے حق میں اہل ایمان کی شہادت اور ذکر جمیل کو اللہ تعالیٰ ان کی بخشش اور مغفرت کا سبب

بنادیتا ہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

حسن اتفاق ہے کہ صحیح مسلم میں مذکور یہ حدیث متعدد راویوں سے مروی ہے۔ اور مذکورہ الفاظ ”یٰٰحییٰ بن ایوب“ راوی کے ہیں۔ اور ایک دوسری سند سے امام مسلم نے اسے ”یٰٰحییٰ بن یحییٰ“ سے روایت کیا ہے۔ اور ہم جس شخصیت کا ذکر خیر کرنے چلے ہیں وہ ہیں عظیم مصلح اور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وِثًّا﴾ [مریم: ۹۴]

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے صالح اعمال کیے رحمن جلد ہی ان کے لیے (مخلوق کے دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا۔“

”عن انس بن مالک قال: مر بجنازة فأتني عليها خيرا فقال نبي الله ﷺ: «وجبت، وجبت، وجبت» ومر بجنازة فأتني عليها شرا، فقال نبي الله ﷺ: «وجبت، وجبت، وجبت» قال عمر: فدى لك أبي وأمي، مر بجنازة فأتني عليها خيرا، فقلت: «وجبت، وجبت، وجبت» ومر بجنازة فأتني عليها شرا، فقلت: «وجبت، وجبت، وجبت» فقال رسول الله ﷺ: «من أثبتتم عليه خيرا أو وجبت له الجنة ومن أثبتتم عليه شرا أو وجبت له النار، انتم شهداء الله في الارض (ثلاثا)»

[متفق عليه واللفظ لمسلم]

”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں، ایک جنازہ گزرا، لوگوں نے اسے دیکھ کر میت کا ذکر خیر کیا اور اس کی مدح و ثنا کی تو نبی ﷺ نے تین بار فرمایا: وجبت ”واجب

داعی محترم حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ جن کا ذکر جیل ان کو جاننے والے ہر صاحب ایمان کی زبان سے سنا جاسکتا ہے۔ مرحوم کے مخالفین بھی ان کی نیکی، تقویٰ اور دیانت و امانت اور اخلاص و ولایت کی گواہی دیتے تھے۔ اور اہل اللہ کے حق میں اہل ایمان کی گواہی عند اللہ مقبول ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں ذکر ہوا۔ آیے! ہم بھی مرحوم کے حق میں اپنی شہادت اللہ کے حضور پیش کریں۔

﴿ربنا تقبل منا انک انت السميع العليم﴾

بے عیب ذات تو صرف اللہ کی ہے اور معصوم عن الخطاء اللہ کے رسول ہیں۔ مگر ہمارے علم کے مطابق بظاہر کوئی سی معصیت بھی تو مرحوم کے خیال کو چھو کر نہیں نکلتی تھی۔ ایک اجلا اور صاف ستھرا انسان جو زندگی بھر دھوکے کھاتا تو ہا لیکن کسی کو دھوکا دے نہیں سکا۔ ان سے مل کر اور انھیں دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ

ابھی ”سلفی“ شرافت کے نمونے پائے جاتے ہیں

غفر الله له ورفع درجته فی لعلین۔

حافظ صاحب مرحوم ان معدودے چند لوگوں میں سے تھے، جن کے بارے میں کسی عربی شاعر نے کہا تھا:

ان لله عبادا فطنا

طلقوا الدنيا وخافوا الفتنا

نظروا فيها فلما علموا

انها ليست لحي وطننا

جعلوها لجة واتخذوا

صالح الاعمال فيها سفناً

”یقیناً اللہ کے کچھ ایسے زیرک اور دانا بندے بھی ہوتے ہیں،

جو فتنوں کے خوف سے دنیا سے لالعلقی اور پیزاری کا اعلان کر

دیتے ہیں۔ دنیا میں غور و فکر کرتے ہیں، جب انھیں معلوم

ہو جاتا ہے کہ یہ کسی زندہ شخص کا وطن نہیں ہے۔ تو اسے گہرا

سمندر سمجھ کر عبور کرنے کے لیے اعمال صالحہ کو اپنے سفینے بنا

لیتے ہیں۔“

مرحوم کے خلقی و خلقی محاسن کا احاطہ کرنے کے لیے میرے پاس جذبات تو ہیں مگر الفاظ نہیں ہیں۔ ان کی شخصیت گم شدہ زمانوں کے راست باز اور صالح کردار علماء و صلحاء کی ایک جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی زندہ تصویر تھی۔ وہ قرون اولیٰ کے اصحاب علم و عمل کی اختیاری سادگی کا خوبصورت نمونہ تھے، عیب بینی، خطا جوئی اور نکتہ چینی سے بیزار، پیکر اخلاص و ایثار، مجسمہ عجز و انکسار، مرنجاں و مرنج طبیعت، آنکھیں تاثیر میں ”سرخ آبی“ حسن و جمال میں گلابی اور ان میں علم و حیا کا رنگ و نور نمایاں۔ نگاہ عقابانی مگر عفت مآبی، سرتاپا فہم و تدبر کی تصویر، مزاج میں عالمانہ فکر اور درویشی کا غلبہ، طبیعت میں داعیانہ حلم و تحمل، ہنستے مسکراتے چہرے پر دعوت دین کے لیے فکر مندی کے آثار، قدمیانیہ، کوتاہ نہ دراز مگر شخصیت بلند و بالا اور پر وقار۔ پیشانی شرافت کی دستاویز، صاف ستھرا گورا رنگ، زبان پر ہمہ وقت ذکر و تلاوت، گفتگو میں محبت اور لہجے میں شیرینی اور حلاوت و عطف و بیان، تحت اللفظ شاعری، اسلوب اتنا پرکشش تھا کہ بڑے بڑے خوش الحان اور شیریں بیان بھی دم بخود محو سماعت ہو جاتے تھے۔ تقریر میں رعونت تھی نہ خشونت، سیدھے سادے، پر مغز، بامعنی اور نپے تلے منتخب الفاظ جن میں خشیت الہی کے ساتھ علم کا آمیزہ بھی ہوتا تھا۔ پیرانہ سالی کے باوجود آنکھوں کا جادو زبان کے جادو سے کچھ کم نہ تھا۔

یہ تھے ہمارے مدد و مددگار محترم حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمۃ اللہ علیہ!

وہ حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالطیب محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا نیک محمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ جیسے فقید المثال اساطین علم کے فیض یافتہ اور نامور شاگرد اور ملک کی معروف علمی و دینی شخصیت تھے، مگر تعارف کے بغیر انھیں دیکھنے سے اندازہ ہی نہیں ہوتا تھا کہ یہی وہ عظیم مصلح اور داعی ہے جس کی محنت سے اللہ نے ہزاروں لوگوں کے دلوں میں ایمان کی شمع روشن کی ہے۔

راقم الحروف نے انھیں پہلی بار ۱۹۶۹ء کی ایک صبح جامع مسجد اہل حدیث امین پور فیصل آباد (لاکھ پور) میں نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم ارشاد فرماتے دیکھا تھا۔ ان کا ذکر خیر مدت سے سنتا آ رہا تھا،

ہمارے استاذ گرامی، محسن اور مربی مولانا ابوالحسنات علی محمد سعیدی رحمہ اللہ اکثر ان کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ جامعہ سعیدیہ کی تاثرات کی کتاب میں مدرسہ کے بارے میں مرحوم کے تاثرات بھی چھپے ہوئے تھے۔ مولانا سعیدی رحمہ اللہ حضرت مولانا عبدالحق والد گرامی قاری محمد عزیز صاحب کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے اور وہ حافظ صاحب کے آبائی گاؤں میر محمد میں کسی دور میں استاذ رہا کرتے تھے۔ اس حوالے سے مولانا سعیدی کے ان کے ساتھ اچھے مراسم تھے۔ دونوں ایک دوسرے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مولانا نیک محمد بھی ان کے مشترکہ استاذ تھے۔ ممکن ہے کبھی اکٹھے پڑھنے کا اتفاق بھی ہوا ہو، بہر حال خانیوال مدرسہ میں ان کا تذکرہ ہوتا رہتا تھا۔ اس طرح میں ان کے نام اور کام سے تو خوب آشنا تھا مگر اپنی کم عمری کی وجہ سے ان کے مقام و مرتبہ اور شخصیت سے نا آشنا اور وہ مجھ سے بالکل نا آشنا تھے۔ راقم نے جامعہ سلفیہ داخلہ کے لیے جانا تھا اور راستہ معلوم نہ تھا۔ درس کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے جامعہ جانا ہے تو مرحوم نے اپنے ایک تبلیغی ساتھی اور ارادت مند کو ساتھ بھیج کر مجھے جامعہ پہنچایا۔ اس طرح بندہ کی یہ سعادت تھی اور ان کی عظمت کہ میرے تعلیمی سفر کے ایک موڑ پر ان کی عملی راہنمائی اور مدد حاصل ہوئی۔

حسن اتفاق اور دوسری سعادت یہ کہ دارالعلوم ضیاء السنہ راجہ جنگ سے تدریس کا آغاز کیا تو وہ بھی ان کی نگرانی اور ہدایت و رہنمائی میں۔ مرحوم اس وقت دارالعلوم کے مہتمم اور مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان ضلع لاہور کے امیر تھے۔ ان کی شخصیت اور اخلاق عالیہ کا یہ نقش ثانی جو دل و دماغ میں ثبت ہوا وہ وقت کے ساتھ گہرا اور وسیع ہی ہوتا رہا اور ان کی محبت و احترام میں کبھی کمی نہیں آئی۔ ہماری کم ظرفی کہ ان کے حسن تربیت اور انداز تبلیغ سے صحیح حظ تو نہ اٹھا سکے مگر ان کی محبت و الفت کا سرمایہ سینے سے لگایا اور دل میں بسایا ہوا ہے۔

احب الصالحین و لست منهم

لعل اللہ یرزقنی صلاحاً

اس وقت تو شعور پختہ نہ تھا۔ اب اندازہ ہوتا ہے کہ مرحوم کا

اسلوب تذکیر اور انداز تربیت و اصلاح کتنا خوب صورت تھا۔ کوئی غلطی دیکھتے تو کس سلیقے اور محبت سے سمجھاتے اور اصلاح فرماتے تھے۔ کسی ملنے والے کو کبھی احساس کمتری نہیں ہونے دیتے تھے، ہر کسی کے ساتھ چھوٹا ہوا بڑا محبت و شفقت اور احترام و اکرام سے پیش آتے تھے۔

پیدائش، نام و نسب اور تعلیم و تربیت:

حافظ صاحب مرحوم کا آبائی وطن ضلع لاہور..... حال ضلع قصور..... کا ایک قدیم اور معروف قصبہ موضع ”میر محمد“ ہے۔ جو زندگی بھر ان کے نام کا لاحقہ اور ان کی شناخت رہا۔ ان کی پیدائش وہیں ان کے تعلیمی ریکارڈ کے مطابق ۱۲ دسمبر ۱۹۲۷ء کو ہوئی۔ سلسلہ نسب یوں ہے: محمد یحییٰ عزیز بن حافظ محمد عظیم بن نواب دین۔

ان کے والد گرامی کا تعلق راجپوت خاندان سے تھا اور والدہ پٹھان تھیں۔

ان کا خاندان گاؤں میں نیکی، تقویٰ اور تہذیب کی بدولت عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ بالخصوص ان کے چچا حافظ دوست محمد مقامی طور پر دین و دعوت سے خاص لگن رکھتے تھے۔ اور والد گرامی بھی متقی و پرہیزگار تھے۔ ان کی خاندانی صورت حال کو دیکھ کر بجا طور پر کہا جاسکتا ہے۔

ان ابا یحییٰ و یحییٰ کلاهما

لہ عند ربہ عمل متقبل

تقسیم ہند سے قبل ان کا گاؤں ”میر محمد“ نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کا مرکز تھا بلکہ دینی تعلیم و تربیت کے حوالے سے بھی اس کی اچھی خاصی شہرت تھی۔ اس قصبے کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہاں پیر سید محبوب شاہ صاحب مرحوم اور مولانا عبدالحق سنگھ نوالہ جیسے علماء و صلحا اور اقیاء اس کی زینت رہے۔ اور ان کا چشمہ فیض وہاں سے اہل دل کی تشنگی کو سیراب کرتا رہا، مولانا حافظ محمد بھٹوی مرحوم و مغفور بھی وہاں پڑھاتے رہے ہیں۔

حافظ صاحب نے ابتدائی تعلیم وہیں اپنے چچا حافظ دوست محمد اور بھٹوی صاحب مرحوم سے حاصل کی اور قرآن پاک بھی وہیں حفظ کیا۔ اعلیٰ دینی تعلیم کے لیے امرتسر مدرسہ غزنویہ میں داخل ہوئے۔ قواعد، فقہ،

حدیث اور تفسیر وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ آخری درجات کی تکمیل کے لیے حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گوندلاں والا حاضر ہوئے۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض حاصل کیا اور گوجراں والا میں بخاری شریف محدث گوندلوی سے پڑھی اور سند فراغت حاصل کی۔

ان کے اساتذہ کرام میں مذکورہ بالا مشائخ کرام کے علاوہ مولانا نیک محمد امرتسری، مولانا عبداللہ بھوجیانی اور مولانا عبدالرحیم بھوجیانی قابل ذکر ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں مروّجہ اسلامی علوم کی تعلیم سے فراغت پائی اور واپس آ کر اپنے گاؤں میر محمد میں درس و تدریس کا آغاز فرمایا جو آہستہ آہستہ ایک مستقل مدرسہ کی شکل اختیار کر گیا۔ بالخصوص وہاں شعبہ حفظ القرآن نے علاقے میں بڑی شاندار خدمات سر انجام دیں۔ اور اسلامی علوم کی تعلیم کے لیے بھی علاقے سے جمع کر کے لائق طلباء کی ایک معقول تعداد بڑے مدارس کو فراہم کی۔

دارالعلوم ضیاء السنہ راجہ جنگ کی تاسیس:

دارالعلوم ضیاء السنہ راجہ جنگ کی تاسیس بھی محترم حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی کا ایک بڑا علمی و دعوتی کارنامہ ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان نے ابتداء میں اپنی تعلیمی پالیسی اس طرح تشکیل دی تھی کہ تمام ضلعی جمعیات اپنے اپنے زیر اہتمام دینی مدارس قائم کریں گی، جن میں درجہ سادسہ تک تعلیم ہوگی اور آخری تکمیلی دو سال مرکزی درس گاہ جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں ہوں گے۔ مگر افسوس کہ اس منصوبے پر عمل نہ ہوسکا اور مدارس کا غیر منظم سلسلہ جاری ہو گیا اور کوئی مدرسہ بھی ”جامعہ“ سے کم مقام پر اکتفا کرنے کو تیار نہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں جامعہ سلفیہ نے بھی ابتدائی مراحل کا آغاز کر دیا۔ اس پالیسی کے مطابق پورے ملک میں ایک ہی مدرسہ کی تاسیس ہوسکتی تھی اور وہ تھا ”دارالعلوم ضیاء السنہ“ راجہ جنگ، ضلعی امیر کی حیثیت سے جس کے مہتمم محترم حافظ محمد یحییٰ عزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ علاقہ کے لیے ایک علمی درس گاہ کے ساتھ مقامی جمعیت کی بہترین تربیت گاہ بھی تھا۔

راقم الحروف نے وہاں سے اپنی تدریسی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ یہ

۱۹۷۳ء کی بات ہے، اس وقت وہاں کی مقامی جمعیت کا نظم و نسق اور باہم الفت و محبت کا رشتہ ورابطہ بہت مثالی تھا۔ میں نے جماعتی زندگی کا اتنا خوب صورت انداز پھر کبھی نہیں دیکھا۔ وہاں کی جماعت کے مخلص و محنتی افراد حافظ صاحب مرحوم کے ہی ساختہ و پرداختہ تھے۔ ان پر ہمیشہ دل و جان سے فدا بھی رہے اور ان کی تبلیغی سرگرمیوں میں مدد و معاون بھی۔ ان کے وہاں کے پرانے ساتھی اور ارادت مند محترم ماسٹر اختر علی خان صاحب آج بھی مجھے فون کر کے حافظ صاحب کی یاد میں سسکیاں بھرتے اور مجھے رلاتے ہیں۔ اور مرحوم کے حق میں ڈھیروں دعا کیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں صحت و سلامتی عطا فرمائے، آمین۔

مرکز الاصلاح ”البدر“ کی تاسیس:

مرحوم کی دعوت و اصلاح کا سلسلہ دن بہ دن وسیع تر ہوتا گیا اور بوئے گل علاقے سے نکل کر ملک بھر میں پھیلنے لگی۔ تو انھوں نے اپنے ایک دوست اور تعلیمی و دعوتی ساتھی محترم مولانا محمد یحییٰ شریقی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مل کر ۱۹۶۹ء میں بونگہ بلوچاں (پھول نگر) میں مرکز دعوت و اصلاح کی بنیاد رکھی۔ ابتداء میں اس کی تاسیس ۱۱۵ ایکڑ رقبے میں ہوئی اور اس کا سنگ بنیاد حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک سے رکھا۔ اس قسم کے دعوتی، تبلیغی اور تربیتی مرکز کی ضرورت مدت سے شدت کے ساتھ جماعتی حلقوں میں محسوس کی جا رہی تھی اور مرحوم نے یہ عظیم الشان کارنامہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش پر انجام دیا۔ مگر مرحوم مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس خواہش کی تکمیل سے قبل ہی وفات پا چکے تھے۔

مرکز البدر میں ان کے شریک عمل محترم مولانا محمد یحییٰ شریقی رحمۃ اللہ علیہ محترم حافظ مسعود عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی تھے۔ نام، کام، طبیعت اور مزاج میں حافظ صاحب کے جڑواں بھائی لگتے تھے۔ دونوں اخلاص و للہیت کی دولت سے مالا مال، حسن خلق میں بے مثال، شیریں بیان، خوش الحان، خوش ادا، خوش خصال، حلیم الطبع اور خوش مقال، سراپا عجز و انکسار، دعوت دین اور اصلاح و تربیت کے جذبہ صادقہ سے سرشار۔ ان سے جو بھی ایک بار ملا پھر انہی کا ہو کر رہ گیا۔ دونوں ہی سادگی، سادہ دلی

کے ساتھ نزاکت و نفاست کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول، عقیق اللسان ارشاد نبوی ((من کان منکم یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیقل خیرا او لیصمت)) کا بہترین مصداق تھے۔ دونوں اپنی دعوتی دھن کے پکے تھے۔ دائیں بائیں سے اپنی آنکھیں اور کان محفوظ رکھ کر اپنے کام میں مشغول رہے۔ لوگ جو بھی کہتے ان کا ایک ہی جواب ہوتا۔ زباں سے وہ کچھ ہی کہے جائیں مجھ کو نگاہ دے رہی ہے پیامِ محبت مولانا محمد یحییٰ شریف پوری پتلے دے لے اور نجیف سے تھے۔ قد پورا اور نورانی چہرے پر کچی پکی سی خوبصورت رنگیں داڑھی۔ ہاتھ میں سنت نبوی کے مطابق چھڑی اور سر پر عمامہ اور عموماً جسم پر لمبا کرتا ہوتا تھا۔

کسی سے بدظن ہوتے تھے اور نہ کسی کی بدظنی پر اس سے نالاں ہوتے تھے۔ لوگ ان کی تزکیہ نفس کی مساعی جمیلہ اور تربیت و اصلاح کی کوششوں پر پھبتیاں کتے رہے مگر وہ ہنستے، مسکراتے خوش دلی سے انھیں ٹالتے رہے۔

ان کی اسی عظمت کا نتیجہ تھا کہ راقم الحروف نے خود ان کے اور ہم سب کے استاذ گرامی حضرت العلام مولانا محمد عطاء اللہ حنیف اور خطیب پاکستان مولانا محمد حسین شیخوپوری جیسی شخصیات کو حصول فیض کے لیے ان کے ہاں مؤدبانہ حاضری دیتے دیکھا ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را
الغرض ان دونوں حضرات کا طریق دعوت بالکل سیدھا سادا تھا۔ خود ہر اعتبار سے سادہ اور نفیس تھے، سراپا اخلاق تھے، سراپا درد تھے، دین اور اہل دین کے سچے غم خوار اور مسلمانوں کے بصدق دل خدمت گزار تھے۔ قانع اور متوکل تھے، دعوت دین اور اصلاح و تربیت اور تعمیر اخلاق کی ایک دھن تھی جو دن رات ان کو بیقرار رکھتی۔ اسی اضطراب اور بے قراری نے گھن کی طرح ان کی صحت و جوانی کو چاٹا اور انھوں نے اپنا سب کچھ مولیٰ کی راہ میں قربان کر دیا اور جب کچھ نہ بچا تو اپنا آپ پیش کر دیا۔ ان کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا سب دین کی خدمت اور مسلمانوں بالخصوص جماعت اہل حدیث کی ہم دردی، غم خواری اور

اصلاح کی فکر کے لیے وقف تھا۔ یہی ان کی تفریق تھی اور یہی مجلسوں اور محفلوں کی گفتگو، اور اسی کا شب و روز ملنے جلنے والوں سے اظہار کرتے تھے۔ میں نے ان کو کبھی بھی ذاتی و شخصی امور کے بارے گفتگو کرتے نہیں سنا۔

قیام راجہ جنگ کے دوران ایک بار اجتماع میں حاضری تھی مگر میں نہ جاسکا۔ ملنے پر عرض کی کہ میں تدریسی مصروفیت کی وجہ سے نہیں آ سکا تو فرمایا ”جب تک ہم ذاتی اور مقامی مفادات کو قومی، دینی اور جماعتی مفادات پر قربان کرنے کا جذبہ اپنے اندر پیدا نہیں کریں گے اس وقت تک ماحول میں تبدیلی نہیں آ سکتی اور ہم دعوتی و اصلاحی کام کی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔“ مرحوم نے خود بھی عملاً اسی جذبہ صادقہ کا ثبوت دیا تھا، اپنا آبائی گھر میر محمد اور اپنی زرعی زمین چھوڑ کر مرکز البدر تشریف لائے تو پھر وہیں کے ہو رہے۔ گاؤں دعوتی سرگرمیوں کے لیے ہی تشریف لے جاتے تھے۔ مرکز میں آ کر مسجد کے جوار میں ایک حجرے میں رہائش رکھی تھی، جو حجرہ نبوی کے بہت حد تک مشابہ تھا۔ تادم واپسیں وہیں قیام رہا، حجرے کی دیوار میں ایک کھلی اور سادہ سی الماری تھی اس میں چند کتابیں اور دینی رسائل اور ذکر و اذکار کے مجموعے پڑے ہوتے تھے۔ اس کے ساتھ دوا، دارو کی شیشیاں، بوتلیں اور ڈبیاں پڑی ہوتی تھیں۔ ساتھ مونچ کی ایک چارپائی بچھی ہوئی ہوتی تھی۔ صحت کے دنوں میں اس کے ساتھ فرش نشست پر ارادت مندوں کے ساتھ فروکش رہتے تھے۔ بیماری کے ایام میں چارپائی پر لیٹتے تھے۔

دعوت دین کے لیے یہ دونوں حضرات شہر شہر، قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں زندگی بھر گھومتے رہے۔ مرحوم حافظ صاحب نے متعدد ممالک کے سفر بھی کیے جن میں سعودی عرب، کویت، متحدہ عرب امارات اور برطانیہ کے سفر معروف ہیں۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے زیریں دور میں وہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع لاہور کے امیر رہے۔ ایک عرصہ تک مرکزی جمعیت کے ناظم تعلیمات بھی رہے اور وفاق المدارس السلفیہ پاکستان کے صدر کے طور پر بھی فرائض سرانجام دیئے۔ ان کی امانت و دیانت کا یہ عالم تھا کہ جامعہ سلفیہ

فیصل آباد میں امتحانی سنٹر ہوتا تھا۔ وہاں کے نگران اعلیٰ کی حیثیت سے تشریف لاتے۔ ہال میں طلباء کے سامنے سوالات پر مشتمل لفافہ کھولتے اور حلفاً فرماتے کہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ اس میں موجود پرچہ جات میں کیا لکھا ہوا ہے۔

لاہور اسلامیہ کالج ہال میں جب مولانا معین الدین لکھوی کا انتخاب بطور امیر ہوا تو راولپنڈی کے احباب جماعت نے ان کے ساتھ عقیدت کی وجہ سے حافظ صاحب مرحوم کا نام بطور امیدوار پیش کر دیا تو جھٹ پٹ پورا ہاؤس ان کی تائید و حمایت پر آمادہ ہو گیا تھا۔ مگر حافظ صاحب سٹیج پر تشریف لائے اور کمال تواضع اور وسعت ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا نام واپس لے لیا۔ پھر جب جمعیت کے مختلف دھڑوں میں اتحاد کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور متحدہ جمعیت اہل حدیث کے نام سے متفقہ قیادت منتخب ہوئی تو بالاتفاق امارت کا قریعہ انھی کے نام نکلا۔ مگر کچھ مفاد پرست حضرات پھر اختلافات پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے اور انھیں متحدہ جمعیت کی امارت سے مستعفی ہونے پر مجبور کر دیا اور اس کے لیے ایک مخصوص گروہ نے وقتی طور پر اپنا امیر بنا لیا اور جب متحدہ جمعیت کا شیرازہ بخوبی بکھر گیا تو اطاعت امیر کے ان علم برداروں نے مرحوم حافظ صاحب کو امارت سے الگ کر دیا۔ مگر انھوں نے بجائے کسی پروپیگنڈے کے خاموشی اختیار کی اور عزالت نشین ہو کر اپنے دعویٰ و اصلاحی کام میں مشغول ہو گئے۔

اس کے بعد ایک بار پھر انھیں جماعتی سیاست میں لایا گیا اور کچھ پیرو جوان مل کر انھیں امارت قبول کرنے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئے، تھوڑے عرصے بعد جب انھیں حقیقی صورت حال کا علم ہوا تو راقم نے بذات خود اس پر انھیں اضطراب کا اظہار کرتے دیکھا اور وہ بے چین تھے کہ کیسے اس جھنجیلے سے جان چھڑائیں۔ جب گزشتہ سالوں میں دوبارہ صلح کی صورت پیدا ہوئی اور انھوں نے اپنی جمعیت تحلیل کرنے کا اعلان کیا تو وہ اس میں بڑی فرحت و مسرت محسوس کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت حافظ صاحب مرحوم داؤ پیچ کے آدمی ہی نہیں تھے۔ ان پر اپنے استاذ گرامی حضرت العلامة حافظ محمد محدث گوندلوی کا رنگ غالب

تھا، وہ زندگی بھر دھوکے کھاتے رہے مگر کسی کو کبھی دھوکا نہیں دیا۔ وہ «المؤمن غر کریم» کے فرمان نبوی کا زندہ و جاوید نمونہ تھے۔ اخلاص کے قیاد اور اخلاقی زوال کے اس دور انحطاط میں انھوں نے اپنی عظمت کردار و عمل قائم رکھی۔ عیب جوئی اور غیبت سے انھیں شدید نفرت تھی وہ کبھی اس کے مرتکب نہیں ہوتے تھے۔ البتہ انھیں اس بات کا قلق تھا کہ لوگ باتیں سنا جاتے ہیں۔ اس قلق کا اظہار انھوں نے ایک بار راقم سے بھی کیا تھا۔

ان کی وفات سے تھوڑا عرصہ قبل مدیر مکتب الدعویہ محترم فضیلۃ الشیخ ابوسعید الدوسری رحمہ اللہ کی معیت میں ان کی زیارت برائے عیادت کے لیے ان کے ہاں حاضری دی تھی، وہ اپنے اسی حجرے میں محو آرام تھے۔ بڑھاپے اور شدید بیماری کے باوجود چہرے پر نیکی و تقویٰ کے رنگ و نور کی رونق قائم تھی، نورانی پیشانی دمک رہی تھی، زبان خاموش تھی مگر آنکھوں کا جادو قائم تھا، کیا معلوم تھا کہ یہ ان کا آخری دیدار ہے، پھر کبھی انھیں دیکھنا نصیب نہیں ہوگا۔

اس کے بعد ایک بار پھر جانا ہوا، مرحوم سو رہے تھے، ان کے آرام میں خلل کے لیے طبیعت آمادہ نہ ہوئی، شرف کلام کے بغیر ہی واپس ہوا، واضح نظر آ رہا تھا کہ چراغ سحر ہیں بجھا چاہتے ہیں پھر وہی ہوا، شوال المکرم ۱۴۲۹ھ اور اکتوبر ۲۰۰۸ء کی آخری شب الہجے کے قریب محترم قاری محمد عزیر رحمہ اللہ کا فون آیا اور انھوں نے یہ اندوہ گیس اطلاع دی کہ حضرت حافظ محمد یحییٰ عزیز انتقال کر گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر پوری رات مسلسل ٹیلی فون پیغامات کا تانتا بندھا رہا۔

اگلے روز یکم نومبر کو ان کی نماز جنازہ تھی جو ایک بار مرکز الاصلاح میں ادا کی گئی اور دوبار ان کے آبائی گاؤں میر محمد میں محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ عقیدت مندوں اور محبین نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

لمحہ فکریہ:

حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق کریمانہ کا ذکر زبان زد عام ہے۔ ان کا حسن اخلاق ان کی جود و سخا، مہمان نوازی

اسی پر بس نہیں بلکہ وہ اس نفسِ غصری میں مقید رہنے پر بھی تیار نہیں ہوتی۔ اور علین میں ابرار کے ساتھ عیشِ دوام کے لیے سفر اور دارالبقاء میں راحت سے کم کسی تفریح پر راضی نہیں ہوتی۔ مولیٰ کریم کی طرف سے فرشتوں کے اس روح پرور پیغام پر لبیک کہہ کر ہی تسکین پاتی ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمَطْمَئِنَّةُ ارجعي إلى ربك

راضية مرضية ۝ فادخلي في عبادي ۝ وادخلي

جنتي﴾ [الفجر: ۲۷-۳۰]

”اے مطمئن روح! اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی۔ تو میرے (پسندیدہ) بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔“

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”عن عائشة قالت، قال رسول الله ﷺ: «من

أحب لقاء الله أحب الله لقاءه، ومن كره لقاء الله كره

الله لقاءه» فقالت: يا نبي الله! أكرهية الموت؟

فكلنا نكره الموت، فقال: «ليس كذلك، ولكن

المؤمن إذا بشر برحمة الله ورضوانه وجنته، أحب

لقاء الله فأحب الله لقاءه» - الحديث

[متفق عليه، واللفظ لمسلم]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اللہ سے ملنا پسند کرے، اللہ بھی اس سے ملنا پسند فرماتا ہے۔ اور جو شخص اللہ سے ملاقات کرنا پسند کرے اللہ بھی اس سے ملنا پسند نہیں فرماتا۔

میں نے عرض کی، اے اللہ کے نبی ﷺ! کیا اس سے آپ کی

مراد موت کی کراہت ہے تو موت کو ہم سب ہی پسند کرتے

ہیں۔ آپ نے فرمایا: ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ

مومن کو (جب وہ قریب المرگ ہوتا ہے) اللہ کی رحمت، اس کی

رضا مندی اور جنت کی خوش خبری دی جاتی ہے۔ تو وہ (جلد از

جلد) اللہ سے ملنا پسند کرتا ہے تو اللہ بھی پھر اس سے ملنا پسند

اور اس کا سلیقہ و قرینہ، دعوتِ دین اور اصلاحِ امت کے لیے بے پناہ تڑپ، اخلاص و للہیت، خشیتِ الہی اور ورع و تقویٰ، اور ان کے گفتار و کردار کی یکسانیت کا اعتراف ہر جاننے والا اور ان سے ملنے والا کرتا تھا، اور میں ذاتی طور بھی ان کے ان محاسنِ اخلاق کا عینی شاہد ہوں۔ ان کی دعوتی و عملی زندگی ہم ایسے کتنے ہی کم سواد طلباء علم کے لیے چراغِ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

بلاشبہ مرحوم بزمِ علم و عمل کے روشن مینار تھے، قومی و جماعتی زندگی میں ان چند شخصیات میں سے تھے، جنہیں گئے وقتوں کی تذکاری علامتیں، یادگار نشانیاں اور بلامبالغہ بقیۃ السلف کہا جاسکتا ہے۔ ان کے غم فراق میں آسمان بھی اشک بار ہوا ہوگا، ان کی جدائی اور ان کے فیضِ صحبت سے محرومی کا زخم بڑا گہرا ہے جو شاید کبھی مندمل نہ ہو سکے۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ اجملی جزعا

ما كنت تحذرين قد وقعا

”اے نفس! ذرا سلیقے سے اظہارِ غم کرنا، تو جس مصیبت کے

وقوع پذیر ہونے سے خائف تھا، وہ واقع ہو چکی ہے۔“

جیسے مرحوم کی زندگی مشعلِ راہ تھی، ان کی وفات بھی بہت کچھ دروس و عبرتیں چھوڑ گئی ہے۔

اب ان کے بعد والی نسل اور ان کے جانشینوں کی بزرگی مسلم ہوتی جا رہی، اور ان کے مرثیہ خوان خود بھی اس بزرگی کی زد میں ہیں اور وہ مرثیہ کا عنوان بننے کو ہیں۔ بزرگی جب جو بن پر آتی ہے اور اسے بال و پر لگتے ہیں تو بزرگ جہاں احترام و اکرام کی پر کیف فضاؤں میں اڑائیں بھرتے اور محبت و الفت کے ماحول سے لطف اندوز ہوتے ہیں، وہاں زندگی کے ہر مرحلے کی طرح بزرگی کے بھی کچھ ارمان ہوتے ہیں، اور وہ اپنا خراجِ مانگتی ہے۔ بزرگی جب آجائے تو واپس نہیں جاتی۔

عجب یہ دنیا سرائے فانی دیکھی

ہر چیز یہاں کی آنی جانی دیکھی

جو آ کے نہ جائے وہ بڑھاپا دیکھا

جو جا کے نہ آئے وہ جوانی دیکھی

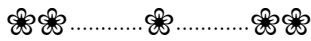
فرماتا ہے۔“

اس کارگہ حیات میں یکے بعد دیگرے آمد و رفت کا یہ سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے۔ ہم اپنے ہاتھوں سے اپنے پیاروں کو الوداع کرتے اور ان پر منوں مٹی ڈالتے ہیں۔ ان کے غم فراق میں رسماً چند سوے بہاتے اور پھر دنیا غفلت کا شکار ہو کر دنیا کے دوں کے متاع غرور کے پیچھے دوڑ لگا دیتے ہیں۔ پس ماندگان میں سے کوئی محرومی علم و عرفان پر روتا ہے، کوئی جدائی کے غم میں اشک بار ہوتا ہے، کسی کو اپنی باری یاد آ جاتی ہے، اور کوئی رسم زمانہ کے طور پر منہ بسور لیتا ہے۔ ایسے خوش نصیب کم ہی ہوتے ہیں، جو جانے والے کے اس سفر کو درس عبرت سمجھ کر دنیا کی محبت سے دست بردار ہوں اور آخرت کی طرف راغب ہو جائیں۔ مگر یہ سعادت صرف انہی خوش بختوں کو حاصل ہوتی ہے جن کے دلوں میں نور ایمان گھر کر جائے، اور وہ اس نور کے لیے اپنے دل کے درتچے کھول

دیں۔ اور سب سے بد نصیب وہ ہوتے ہیں، جو خلد بریں کے ان مسافروں کے متروکہ فضلے پر چھینا چھٹی سے دنیا میں اپنی بقائے دوام کا احتمانہ اور لاشعوری تاثر دیتے ہیں۔ صائب فکر، اور نبوی تعلیمات و ہدایت پر صدق دل سے ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان بارگاہ الہی میں دست بدعا رہے۔

اللهم اجرني في مصيبي واخلف لي خيرا منها۔
”اے اللہ! مجھے میری اس مصیبت میں اجر سے نواز دے اور اس سے بہتر بدل عطا فرما دے۔“

اللهم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتننا بعده۔
”اے اللہ! ہمیں جانے والے کے اجر سے محروم نہ رکھنا اور اس کے بعد فتنے میں مبتلا نہ کرنا، آمین۔“



مسائل حقہ پر مشتمل سات اشتہارات کا مکمل سیٹ مفت منگوائیں

اور فریم کروا کر مساجد و مراکز میں آویزاں کریں

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کی طرف سے مسائل حقہ پر مشتمل مندرجہ ذیل سات اشتہارات کا مکمل سیٹ بالکل مفت منگوائیں اور اپنے اپنے زیر انتظام مساجد و مراکز میں فریم کروا کر آویزاں کریں۔

- (۱)..... کیا اللہ کے سوا کوئی اور مشکل حل کرنے پر قادر ہے؟ ایک سوال کی دس شکلیں! (۲)..... اہمیت نماز اور بے نماز کا انجام!
- (۳)..... نماز میں پاؤں سے پاؤں ملانے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کا ثبوت! (۴)..... نماز روزہ کے دائمی اوقات!
- (۵)..... سورۃ فاتحہ خلف الامام! (۶)..... آمین بالجہر کا ثبوت! (۷)..... اثبات رفع الیدین!

مذکورہ تمام اشتہارات کا مکمل سیٹ فریم کروا کر آویزاں کرنے کا تحریری وعدہ آنے پر مکمل سیٹ فوراً بھیج دیا جائے گا۔

ڈاک خرچ بھی ادارہ خود برداشت کرے گا، ان شاء اللہ

محمد یسین راہی، مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور، ضلع راجن پور۔ پنجاب پاکستان۔

فون: 0604-567218۔ موبائل: 0333-8556473

مقامات حریری اور اس کا مصنف رحمہ اللہ

حضرت مولانا عمر فاروق السعیدی

کہ ایک بار بصرہ میں ان کے پاس ایک آدمی آیا جس کے کپڑے بڑے سادہ اور بوسیدہ سے تھے۔ مگر زبان اور لہجہ بہت صاف اور عمدہ تھا۔ انھوں نے اس سے نام وغیرہ دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں ابوزید سروجی ہوں۔ چنانچہ اس شخصیت کو ذہن میں رکھ کر ایک افسانچہ لکھ مارا۔ جو زبان و بیان کے لحاظ سے انتہائی فصیح و بلیغ اور منفرد انداز کا حامل تھا۔ ہوتے ہوتے اس کی شہرت حاکم وقت المسترشد کے وزیر عمید الدولہ ابوعلی حسن بن ابی المعز تک پہنچ گئی۔ وہ ایک ادب دوست آدمی تھا، اس نے اسے بہت عمدہ جانا اور علامہ صاحب کو ترغیب دی کہ اس طرح کے پچاس مقالے لکھے جائیں۔

علامہ ابن خلکان کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات مصنف کے اپنے خط سے کتاب کے حاشیہ پر لکھی دیکھی ہے۔ اور یہ ہی صحیح تر ہے جب کہ بعض لوگ وزیر ابونصر انوشروان بن محمد قاشانی کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس وزیر نے اس تصنیف کی ترغیب دی تھی (امام ابن کثیر صاحب البدایہ والنہایہ نے دوسری جگہ اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی تاریخ المشاہیر میں انوشروان کا نام لکھا ہے۔)

اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حریری صاحب نے اس طرح کے چالیس مقالے لکھے تھے۔ بغداد آئے تو لوگوں نے اسے تسلیم نہ کیا۔ کیوں کہ عام قلم کار اس طرح کی تحریر سے عاجز تھے۔ تو کسی وزیر نے ان کا امتحان لینے کی غرض سے کہا کہ ہمارے سامنے کچھ لکھو۔ یہ قلم دوات لے کر بیٹھ گئے مگر وہاں کچھ نہ لکھ سکے۔ پھر اپنے شہرہ بصرہ میں آئے تو دس مقالے مزید لکھے اس طرح ان کی تعداد پچاس ہو گئی۔

علامہ صاحب کو بصرہ میں مشان مقام میں امیر کی مجلس خواص میں اعلیٰ مرتبہ حاصل تھا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کے ایک

ہمارے درس نظامی کے نصاب میں مقامات حریری ایک اہم ادبی کتاب ہے۔ صاحب البدایہ والنہایہ نے اس کے تعارف میں لکھا ہے کہ علامہ قاسم بن علی بن محمد، فخر الدولہ، ابو محمد الحریری اس کے مصنف ہیں۔ یہ ایسی عظیم اور قابل قدر تصنیف ہے کہ اس کے حصول میں لوگوں نے طول و طویل کے سفر کیے۔ اور قریب تھا کہ اسے (خطیب عرب) سببان وائل سے بھی فوقیت دے دیں۔ ایسی کتاب نہ پہلے تصنیف ہوئی اور نہ شاید بعد میں تصنیف ہو سکے۔

علامہ موصوف کی ولادت ۴۴۲ھ کی ہے۔ انھوں نے علم حدیث حاصل کیا اور پھر علم لغت و نحو کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان کی سب تصنیفات اسی فن میں ہیں۔ آپ اپنے ہمسروں میں نمایاں تر اور اہل زمان پر فوقیت رکھتے ہیں۔ ان کی اقامت بغداد میں رہی اور دربار خلافت میں صیغہ انشاء و کتابت سے منسلک رہے۔ اپنے فن انشاء پر دازی میں بڑے بدیہہ اور بدیع تھے۔ ۵۱۶ھ میں بصرہ میں وفات پائی۔

مقامات کے مرکزی کردار ابوزید سروجی اور حارث بن ہمام کے متعلق ایک خیال یہ ہے کہ یہ کوئی حقیقی شخصیات نہ تھے۔ جب کہ علامہ ابن خلکان کی روایت کے مطابق ابوزید کا نام مطہر بن سلام تھا اور یہ بصرہ کا ایک فاضل ادیب تھا جب کہ حریری صاحب اس کے ہاں کام کیا کرتے تھے۔ حارث بن ہمام کے تذکرہ کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ بعض روایات کے مطابق ”تم میں سے ہر شخص حارث (یعنی کچھ نہ کچھ کرنے والا) اور ہمام (یعنی ارادے باندھنے والا) ہے۔“

ابتدا میں سب سے پہلے انھوں نے المقامہ الحرامیہ لکھا تھا جواب کتاب میں اڑتالیسواں مقام ہے۔ اور اس کی وجہ تصنیف یہ بتائی گئی ہے

حریف ابوالقاسم بن افرح نے ان پر تعریض کی ہے:

شیخ لنا من ربيعة الفرس

يَتَنَفَّ عَثْنُونَهُ مِنَ الْهَوَسِ

أَنطَقَهُ اللَّهُ بِالْمُشَانِ كَمَا

رَمَاهُ وَسَطَ الدِّيَّانِ بِالْخَرَسِ

”خاندان ربیعہ الفرس کا ہمارے ہاں ایک شیخ ہے جو ہوس کے

مارے اپنے داڑھی کے بچے بال نوچتا رہتا ہے۔

اللہ نے اسے مقام مشان میں بولنے کے لیے ایک مرتبہ عطا

کر دیا ہے، جیسے کہ اسے گونگا ہونے کے باوجود مجلس خواص میں

پھینک دیا ہے۔“

علامہ صاحب کی شخصیت کے بارے میں روایت ہے کہ یہ کوئی

مغرוב اور خوب صورت شکل والے نہ تھے۔ ایک شخص ان کے پاس آیا،

جب اس نے ان کو دیکھا تو ان کو حقیر جانا۔ حریری صاحب سمجھ گئے تو کہا:

مَا أَنتَ أَوَّلُ سَارِ غِرَّةِ قَمَرٍ

ورائداً أَعْجَبَتْهُ خُضْرَةُ الدِّمَنِ

فَاخْتَرَ لِنَفْسِكَ غَيْرِي لِأَنِّي رَجُلٌ

مِثْلَ الْمَعِيدِي فَاسْمَعُ بِي وَلَا تَرْنِي

”تم کوئی پہلے نہیں ہو جو چل کر آئے ہو، تم چاند چہرے کے

مالک ہو، اور (میری) بد صورتی کی سیاہی نے تمہیں حیرت

میں ڈال دیا ہے۔

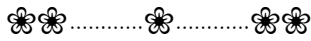
تمہیں چاہیے کہ میرے علاوہ کسی اور کا قصد کرو۔ میں تو معیدی

کی طرح ہوں تمہارا مجھے دیکھنے کی بجائے میرے متعلق سن لینا

ہی بہتر ہے۔“

کہا جاتا ہے کہ ”معیدی“ نام کا عرب میں ایک تیز رفتار گھوڑا تھا،

مگر شکل میں بہت بھدا تھا۔ [البدایہ والنہایہ، ج: ۱۲، ص: ۱۹۱، ۱۹۲]



حافظ فیاض احمد فیاض کا انتقال پر ملال

مدرسہ تجوید القرآن جامع مسجد لسوڑی والی اہل حدیث شیراں والا گیٹ لاہور، کے مخلص معاون خاص اور استاذ حافظ فیاض احمد فیاض

24 جنوری 2009ء بروز ہفتہ وفات پا گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

حافظ صاحب موصوف کا ذریعہ معاش زرگری تھا۔ آپ ایک صالح طبیعت انسان ہی نہیں بلکہ مدرسہ تجوید القرآن لسوڑی والی شیراں

والا گیٹ میں باقاعدہ کئی سال تک حفاظ کی منزل بھی سنتے رہے۔ اور مدرسہ کے طلباء، اساتذہ اور نمازیوں سے بڑی محبت کرنے والے، طلباء کی

ضروریات زندگی (علاج، کرایہ آمدورفت، لباس وغیرہ) میں بڑی معاونت فرماتے۔ مسجد لسوڑی والی کی بے لوث خدمت بھی کرتے اور

سالہا سال سے نماز تراویح میں قرآن کریم بھی اسی مسجد میں سناتے تھے۔ حافظ صاحب ملنسار، مرنجاں مرنج اور یہوست سے دور انسان ہونے

کے ساتھ ساتھ علم کے محب، اہل علم و طلباء کے مربی تھے۔

گزشتہ دنوں وہ عارضہ قلب میں مبتلا ہوئے اور کومے میں چند دن رہنے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ مرحوم کے دو بیٹے اور چھ

بیٹیاں اور دو بیوگان سوگواروں میں شامل ہیں۔ مرحوم کا جنازہ ان کی رہائش گاہ سبزہ زار سکیم ملتان روڈ لاہور کی ایک گراؤنڈ میں پڑھایا گیا۔ نمازِ

جنازہ کی امامت حافظ صاحب کے گہرے وقیم دوست اور سفر و حضر کے ساتھ استاذ القراء قاری محمد ادریس العاصم رحمہ اللہ نے پڑھائی۔ نمازِ جنازہ

میں علماء و طلباء علوم دینیہ، اساتذہ اور ان کے عزیز واقارب نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

دعا ہے اللہ کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے، اعلیٰ علین میں مقام عطا کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی نعمت سے سرفراز فرمائے، آمین یا

رب العالمین۔ [ادارہ]

تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوسنوں کا آنا ضروری ہے

ہے۔ یہ کتاب اپنے موضوع پر یگانہ حیثیت رکھنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اللہ کریم کی عزت و بزرگی کے لیے بھی مفید معلومات لیے ہوئے ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے مزین حوالہ جات دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ تفاسیر اور کتب فقہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ اللہ کریم جیسے ہمارا اور کل کائنات کا خالق و مالک ہے۔ اس کی اسی طرح تکریم اور تعظیم بھی کرنی چاہیے۔ مخلوق کا حق ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کی ہی محتاج نظر آئے اور اپنے بگڑے ہوئے معاملات کے سدھار کے لیے ہر ایک کو اس اللہ وحدہ لا شریک کی طرف ہی رجوع کرتے نظر آنا چاہیے۔ چہ جائیکہ غیر اللہ کا ادب اپنے خالق حقیقی سے زیادہ کیا جائے یہ غلط بات ہوگی۔

مؤلف نے اس کتاب میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بڑائی اور سچائی ثابت کرتے ہوئے کتاب کو ایک خوبصورت پیرائے میں مرتب کیا ہے۔ انداز تقریباً خطیبانہ ہے مگر اپنے اندر موضوع کی روانی لیے ہوئے ہے۔ حافظ محمد اکبر جاوید صاحب خطیب فیصل آباد کے قلم سے تقریباً لکھی گئی ہے۔ علماء و خطباء اس کتاب کو ضرور پڑھیں اور نو آموز خطباء حضرات تقاریر کے لیے تیاری کریں۔ کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ ہے اور ناشر نے اسے بڑی محبت اور خوب صورتی سے تیار کروایا ہے۔

عمدة التصانیف شرح نخبۃ الاحادیث

مرتب: سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ

مترجم و شارح: شیخ الحدیث مولانا محمد علی جاناباڑہ رحمہ اللہ

ضخامت: ۲۱۲ صفحات

قیمت: درج نہیں

ناشر: دارالابلاغ اردو بازار لاہور

کیا ہم اللہ کا ادب کرتے ہیں؟

مؤلف: ابوالحسن عبدالمنان راسخ

ضخامت: ۲۵۴ صفحات

قیمت: درج نہیں

خصوصیات: خوب صورت جلد، اچھا کاغذ، بہترین طباعت

ناشر: مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

خالق کائنات اللہ جل شانہ کی ذات ہی فقط معبود حقیقی ہے۔ اللہ کریم جل جلالہ کی ذات ہی مالک و رازق، رحمان و رحیم، کریم و جمیل ہے۔ توحید ربوبیت کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے خالق و مالک ہی کی عبادت کرے، اُسی سے اپنی حاجتیں، مرادیں طلب کرے۔ اسی کے آگے جبین نیاز جھکائے اور اپنی ہر ضرورت کا تقاضا اُسی سے کرے۔

بے شک اللہ کریم جیسا نہ تو کوئی رازق ہے، نہ تو کوئی پالن ہار ہے، نہ کوئی دوسرا محتاجی کو دور کر سکتا ہے اور نہ کوئی عطا کر سکتا ہے۔ بے شک رب حقیقی کی عطا ہی سب سے بڑی عطا ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل و فہم عطا فرمائی، خوب صورت شکل عطا فرمائی، دیکھنے کو آنکھیں، سونگھنے کو ناک اور ذائقے کے لیے زبان دی، چلنے کو ٹانگیں،

رہنے سہنے کے اور عبادت کے طریقے سکھانے کے لیے اسے اپنے پیغام بروں یعنی نبیوں، رسولوں کے ذریعے ہدایت سے نوازا۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم

زیر تبصرہ کتاب کے مؤلف جناب عبدالمنان راسخ نوجوان خطیب ہیں۔ انھوں نے اپنے خطبات جمعہ کو مرتب کر کے توحید کے موضوع کو ایک کتاب کی صورت میں خواندگان گرامی کی خدمت میں پیش فرمایا

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ زندہ و جاوید تعلیمات قرآنی میں ہمارے لیے ہر دور اور ہر وقت کی رہنمائی موجود ہے اور جس طرح قرآن کریم ہمارے لیے ہر وقت رہنمائی کے لیے ضروری ہے، اسی طرح اقوال نبی آخری الزمان حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی مسلمانوں کے لیے اپنے اندر مکمل رہنمائی لیے ہوئے ہیں۔ احادیث نبویہ کی جمع و ترتیب میں محدثین، علمائے حدیث اور محققین نے جس طرح جاں جوکھوں سے محنت فرمائی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔

”نخبۃ الاحادیث“ اہل حدیث مدارس و جامعات میں داخل نصاب ہے۔ کلاس اول میں طلباء اپنے اساتذہ سے سبق پڑھتے ہیں۔ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے اس مجموعے کو مرتب فرمایا تھا۔ یہ ایک بڑی مفید کتاب ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی جانباز رحمہ اللہ نے اس کتاب کو اپنی عالمانہ، محققانہ شرح و ترجمہ سے ایسے مزین کر دیا ہے کہ یہ ایک دلنشین کتاب نظر آنے لگی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی پر حکمت اور فصیح و بلیغ زبان اطہر سے نکلے ہوئے الفاظ (احادیث) اپنے اندر کیسی جاذبیت اور اعلیٰ تعلیمات کا خزانہ لیے ہوئے ہیں۔ اس کا اندازہ مطالعہ احادیث سے ہی ممکن ہے۔ اردو خواں طبقہ خوش قسمت ہے کہ اس نہایت مختصر کتاب کا بہترین ترجمہ و تشریح انھیں میسر آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے جناب شیخ الحدیث جانباز رحمہ اللہ کی کہ انھوں نے ترجمہ و تشریح اور راوی الحدیث کا تعارف بھی کروایا ہے اور اس کتاب کی تخریج کے لیے اپنے ایک شاگرد کا تعاون حاصل کیا ہے۔ معاشرتی زندگی پر احادیث جمع کی گئی ہیں جو مطالعہ کے لیے بڑی مفید ہیں۔ ناشر نے کمپیوٹر کمپوزنگ کروائی ہے۔ کاغذ، طباعت بھی اچھے ہیں۔

بیٹی کی شان

مصنف: پروفیسر ڈاکٹر فضل الہی

ضخامت: ۱۰۰ صفحات

قیمت: ۸۵ روپے

ناشر: دار النور، اسلام آباد

ملنے کا پتا: مکتبہ قدوسیہ، رحمان مارکیٹ، اردو بازار لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

بیٹی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسلام نے جس طرح بیٹیوں کو عزت و توقیر سے نوازا ہے وہ کسی دوسرے مذہب و ملت میں نہیں نوازا گیا۔ یہود و ہنود اور مشرکین مکہ کے نزدیک بیٹیاں ایک طعنہ بن کر رہ گئی تھیں۔ ظہور اسلام کے وقت اللہ کے رسول ﷺ نے جس طرح بیٹیوں کو اعلیٰ مقام و منزلت سے نوازا وہ سارے عالم کے لیے اپنی مثال آپ ہے۔

کتاب کے مصنف محترم ڈاکٹر فضل الہی رحمہ اللہ ثقہ عالم دین ہیں۔ ان کی تصنیفات مبالغہ آمیزی سے ہٹ کر مرتب ہوتی ہیں اور خالصتاً کتاب و سنت اور صحیح واقعات و بیانات سے مزین ہوتی ہیں۔ زیر تبصرہ کتاب بھی اپنے موضوع کے اعتبار سے بڑی مفید تحریر ہے۔ آیات و احادیث و دیگر مراجع کا حوالہ درج کتاب ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ خاص اُن لوگوں کے لیے مفید و بہتر ہے جو لوگ بیٹیوں کی پیدائش پر رنجیدہ خاطر ہوا کرتے ہیں۔ حالاں کہ بیٹے اور بیٹیاں دینے کا اختیار فقط ذات کبریا کو ہے۔ اس میں میاں یا بیوی کا کوئی اختیار نہیں۔ بیشتر انبیائے کرام کے ہاں بیٹیوں کی بہ نسبت بیٹے کم تھے۔ خود نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں ہی تھیں اور بیٹے کم سنی میں وفات پا گئے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا بیٹیوں کے حوالے سے ذکر ملتا ہے۔

بہر حال یہ کتاب بیٹی کی شان و عظمت پر ایک کسوٹی کہی جاسکتی ہے۔ اس میں وہ تمام بنیادی باتیں اور اسلامی تعلیمات آئینہ قرطاس پر آگئی ہیں جو بیٹی کے رحمت اور برکت کے لیے ثابت شدہ ہیں۔ کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ، موٹے فونٹ اور کارڈ کور پر مشتمل ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے چند تاریخی حقائق

مصنفین: محمد احسن اللہ ڈیانوی، محمد تنزیل صدیقی حسینی (کراچی)

ضخامت: ۲۰۸ صفحات

قیمت: ۱۵۰ روپے
ناشر: دار الفکر، مکتبہ دارالاحسن دکان نمبر ۶۴، نعمان سنٹر، گلشن اقبال بلاک ۵ کراچی

ملنے کے پتے: دارالکتب السلفیہ شیش محل روڈ لاہور، مکتبہ قدوسیہ لاہور
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب برصغیر میں ان تاریخی حقائق کو واضح کرنے کے لیے تحریر کی گئی ہے جن حقائق کو جھٹلانے کے لیے یا ان حقائق پر پردہ ڈالنے کے لیے بعض احناف اور ان کے اہل قلم نے حصہ ڈالا۔ یہ حقائق کیا تھے؟ اہل حق کا وہ کارنامہ تھا جن کی اغیار یعنی استعمار نے بھی گواہی دی اور ”وہابی“ کی خدمات سے اتنا شہرہ ہوا کہ لفظ ”وہابی“ ایک گالی تصور کرانے کے لیے احناف کے ان قلم کاروں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ کہیں اہل حدیث کو جہاد کے منکر کہا گیا، کہیں انگریز کے ایجنٹ کہا گیا اور کہیں ”کلنک کا ٹکٹ“ کہا گیا..... وغیرہ

عہد ماضی میں اہل حدیث یعنی ”وہابیوں“ نے انگریز کے خلاف جس طرح جہادی پرچم تھامے رکھا اور اسے ناکوں چنے چبواتے رہے۔ آج بھی یہ پرچم الحمد للہ ان کے ہاتھوں میں یقینہ پکڑا ہوا ہے۔ اعلیٰ کلمۃ اللہ اور احیائے سنت ان ”وہابیوں“ کا ہمیشہ طرہ امتیاز رہا اور آج بھی الحمد للہ ہے۔

بہر حال یہ کتاب اہل حق کی طرف سے دی گئی خدمات کو جھٹلانے والوں کے لیے بڑی مفید جوابی کوشش ہے، جنہیں ہمارے فاضل دوست جناب محمد تنزیل الصدیقی الحسینی اور ان کے مرحوم والد گرامی جناب محمد احسن اللہ ڈیانوی رحمہ اللہ نے مرتب فرمایا ہے۔

اس کتاب کا اعزاز ہے کہ اس پر ہمارے نامور علمائے کرام حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی اور گرامی قدر علامہ ارشاد الحق اثری حفظہما اللہ کے تعارفی الفاظ کو زینت قرطاس بنایا گیا ہے۔ ان کی تحریروں سے پوری کتاب کا مدعا و حقیقت باسانی سمجھی جاسکتی ہے۔

یاد رہے یہ وہی کتاب ہے جو اس سے قبل ”احناف کی تاریخی غلطیاں“ کے عنوان سے شائع ہوئی تھی۔ ازاں بعد جناب تنزیل

صاحب کے مزید کچھ اضافوں سے نام کی تبدیلی سے دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ مضبوط جلد، کاغذ و طباعت اچھے ہیں۔ کمپیوٹر کمپوزنگ ہے۔

مقالات محرم

مصنف: مولانا حافظ محمد ابراہیم کبیر پوری رحمہ اللہ

ضخامت: ۱۱۰ صفحات

قیمت: درج نہیں

ناشر: حافظ حسن محمود مدیر جامعہ انوار القرآن والحديث بدرکالونی پٹوکی

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب کے مصنف مولانا حافظ محمد ابراہیم کبیر پوری رحمہ اللہ مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان کے روح رواں، تبلیغی و مسلکی کانفرنسوں کے اہم مقرر، جماعتی رسائل و جرائد کے بعض مواقع پر ایڈیٹر رہے تھے۔ وہ ایک محقق، مناظر، خطیب اور ادیب ہونے کے ساتھ ساتھ مفکرانہ ذہن رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی میں کئی ایک مضامین اور ادارے تحریر فرمائے۔ زیر تبصرہ کتاب انھی تحریروں کو سمیٹے ہوئے ہے۔ جنہیں موضوع کی مناسبت سے ”مقالات محرم“ کے عنوان پر یکجا کر کے شائع کر دیا گیا ہے۔

مولانا کبیر پوری رحمہ اللہ نے فسانہ قادیاں، مرزا قادیانی کے دس جھوٹ، فضائل و مسائل رمضان المبارک اور قربانی کی شرعی حیثیت و پرویزی دلائل پر تبصرہ جیسی کتب بھی تحریر فرمائی تھیں۔ موصوف کے جانشین حافظ حسن محمود کبیر پوری عنقریب انھیں دوبارہ شائع کر رہے ہیں۔ حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم کے بارے اہل سنت کا موقف اور شیعہ و سنی نزاع کے نازک موضوع اور حل اس کتاب میں موجود ہیں۔ کتاب میں پروف خوانی پر توجہ نہیں دی گئی اور بعض اغلاط نظر سے گزری ہیں۔ انھیں آئندہ ایڈیشن میں ضرور صحیح ہونا چاہیے۔ بہر حال یہ مختصر سی کتاب اپنے اندر بڑی معلومات رکھے ہوئے ہے۔ محرم الحرام اور شیعہ و سنی کے مسائل بارے اس کتاب میں رہنمائی موجود ہے۔ کارڈ کو کمپیوٹر کمپوزنگ ہے۔



فہرست کتب

روڈ لاہور

ق ۳۲۱۵ء ۲۹ ۳۲۱۵ مولانا محمد منیر قمر
ق ۱۷۱ ج جہاد اسلامی فضائل، مسائل، حقائق، ص: ۱۸۸، مکتبہ
کتاب وسنت ریحان چیمہ سیالکوٹ ۲۰۰۱ء

ق ۳۲۱۵ء ۲۹ ۳۲۱۵ مولانا محمد منیر قمر
ق ۱۷۱ ل اسیران جہاد اور مسئلہ غلامی، ص: ۱۲۸، مکتبہ کتاب وسنت
ریحان چیمہ سیالکوٹ ۲۰۰۱ء
۳۲۱۵ء ۲۹ حافظ مبشر حسین لاہوری

م ۱۸۹ جہاد اور دہشت گردی، ص: ۴۲۷، نعمانی کتب خانہ اردو
بازار لاہور ۲۰۰۳ء

۳۲۱۵ء ۲۹ حافظ مبشر حسین لاہوری
م ۱۸۹ ل اسلام میں تصور جہاد اور دور حاضر میں عمل جہاد، ص: ۴۷۷
دعوت و اصلاح سنٹر لاہور ۲۰۰۳ء

۳۲۱۵ء ۲۹ سید ابوالاعلیٰ مودودی
م ۱۷۹ ج الجہاد فی الاسلام، ص: ۶۰۰، اسلامک پبلی کیشنز لاہور
ڈھاکہ ۱۹۷۱ء..... ادارہ ترجمان القرآن اچھرہ لاہور ۲۰۰۰ء

۳۲۱۵ء ۲۹ سید ابوالاعلیٰ مودودی
م ۱۷۹ ف فریضہ جہاد اور اس کی ذمہ داریاں، ص: ۱۶، شعبہ نشر
واشاعت جماعت اسلامی لاہور

نکاح اور طلاق کے بارے میں

۳۲۲ء ۲۹ حکیم محمد اسرار نیل سلفی
(۳۸۹ ت ایک مجلس کی تین طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں،
ص: ۳۳۰، ادارہ احیاء الاسلام رہپوہ نیکوہ گوڑگاؤں ہریانہ
۱۹۹۲ء

۳۲۲ء ۲۹ مولانا محمد ابراہیم کانٹھوی
۱۱۹۱ ح حل المعقود فی حکم امراء المفقود، ص: ۶۸، محمدی سٹیم
پریس لاہور

۳۲۲ء ۲۹ ابونمکین افتخار احمد (مجموعہ ۵ کتب)
(۲۷ د ۱- الدرائثین ہر ایک نظر، ص: ۱۸۸، مطبوعات جاوید کلین

۳۲۱۵ء ۲۹ ابوسیف عزیز الرحمن سلفی

ع ۲۲۲ ج جہاد کیا ہے؟ اور اس کی فضیلت واہمیت، ص: ۴۶، نجیب
کیسٹ ہاؤس ساہیوال

۳۲۱۵ء ۲۹ ڈاکٹر عبداللہ عزام
ع ۲۰۲ د دیکھنا! قافلہ چھوٹ نہ جائے، ص: ۶۲، دار الجہاد ۱۹۸۷ء

۳۲۱۵ء ۲۹ عبدالسلام بن محمد
ع ۳۸ ہ ہم جہاد کیوں کر رہے ہیں؟ ص: ۴۸، جامعہ الدعوة
الاسلامیہ مرکز طیبہ مریدکے

۳۲۱۵ء ۲۹ ابی عبداللہ العکبری، مترجم: ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمن
ع ۸۸۲ ک کتاب الجہاد، ص: ۵۶، فرنٹیر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور
۳۲۱۵ء ۲۹ ڈاکٹر فیوض الرحمن

ف ۸۶ ل اسلام میں مجاہد کا مقام، ص: ۳۲، شفیق سنز بوہری بازار
صدر کراچی نمبر ۳

۳۲۱۵ء ۲۹ ڈاکٹر فیوض الرحمن
ف ۹۸۶ ج جہاد اور مجاہدوں کے فضائل، ص: ۷۲، فرنٹیر پبلشنگ کمپنی
اردو بازار لاہور

۳۲۱۵ء ۲۹ مولانا محمد منیر قمر
ق ۱۷۱ اسلام میں انسانی جان کی قدر و قیمت اور فلسفہ جہاد،
ص: ۹۵، مکتبہ کتاب وسنت سیالکوٹ ۲۰۰۰ء

۳۲۱۵ء ۲۹ مولانا محمد منیر قمر
ق ۱۷۱ ف فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور ضرورت جہاد،
ص: ۱۲۳، مکتبہ کتاب وسنت ریحان چیمہ سیالکوٹ ۲۰۰۱ء

۳۲۱۵ء ۲۹ محمد اقبال کیلانی
ک ۹۲ ج جہاد کے مسائل، ص: ۱۸۰، حدیث پبلی کیشنز شیش محل

(۳۸۷) ایک اصلاحی تحریک مع خطبہ نکاح، ص: ۲۸، انجمن خدام
القرآن لاہور
۲۹۷۳۲۲ حکیم محمد اسرار نیل ندوی
(۳۸۹) طلاق قرآن وحدیث کی روشنی میں، ص: ۲۸، ادارہ تبلیغ
اسلام اہل حدیث جام پور
۲۹۷۳۲۲ محمد اسرار نیل سلفی
(۳۸۹) الہدایہ الکاملہ بجواب النجاة الکاملہ، ص: ۱۰۷، شعبہ نشر
واشاعت جامعہ السلفیہ میوات شکرادہ ہریانہ ۱۴۰۲ھ

روڈ کراچی۔ س، ن
۲۔ خود انصاف کیجیے بجواب خود فیصلہ کیجیے، مسعود احمد بی
ایس سی
۳۔ مسٹر پرویز کاخط اور اس کا جواب۔ محمد عبدالرشید نعمانی
۴۔ منکرین حدیث کا جنازہ۔ خادم
۵۔ کیا اسلام میں سود مفرد جائز ہے؟ ابوالسعادات محمد
مبارک
۲۹۷۳۲۲ ڈاکٹر اسرار احمد

شیخ شہباز الحسن کو صدمہ

شیخ شہباز الحسن (پریس والے) کے والد گرامی 25 جنوری 2009ء بروز اتوار وفاگئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بڑے صالح اور نیک طینت بزرگ تھے۔ کچھ عرصے سے علیل تھے۔ احباب وقارئین سے مرحوم کے لیے مغفرت کی دعا کی درخواست ہے۔ [احمد رویش، شادباغ لاہور]

جناب عثمان چوہدری کے لیے دعائے صحت

دارالدعوة السلفیہ شیش محل روڈ لاہور کی مجلس عاملہ کے رکن جناب عمران حمید مرزا صاحب نے اطلاع دی ہے کہ ان کے بھانجے جناب عثمان چوہدری جو پی آئی اے میں پائلٹ ہیں۔ وہ گزشتہ دنوں جہاز سے اتر کر اپنے کمرے کی طرف روانہ ہوئے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ فوری طور پر انھیں طبی امداد دی گئی اور وہ ہوش میں نہیں آ رہے۔ بالکل تندرست و توانا اور پائلٹ آدمی کا ایک بے ہوش ہو کر گرے ہیں۔ دعا ہے اللہ کریم انھیں صحت وعافیت سے نوازے اور اسے اس کے بچوں پر تادیر سلامت رکھے۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی درخواست ہے۔ [محمد سلیم چنیوٹی]

میاں نعیم الرحمن طاہر کے لیے دعائے صحت

میاں نعیم الرحمن طاہر بن میاں فضل حق ؒ، (صدر جامعہ سلفیہ ملیٹی چیئرمین شعبہ خدمت خلق مرکزیہ) ان دنوں شدید علیل ہیں۔ شوکت خانم ہسپتال لاہور میں زیر علاج ہیں۔ کئی دن کی بے ہوشی کے بعد اب ان کی صحت بحال ہو رہی ہے۔ احباب وقارئین ان کی صحت یابی کے لیے دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں۔ جزاکم اللہ خیراً [عمران حمید مرزا، نائب امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث پنجاب]

شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ گوندلوی جواری رحمت میں

شیخ الحدیث مولانا محمد یحییٰ گوندلوی (مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث ساہووالا ضلع سیالکوٹ) اپنی عمر عزیز کی ۵۳ بہاریں گزار کر مورخہ ۲۶ جنوری ۲۰۰۹ء بر مطابق ۲۸ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ بروز پیر کی رات بعارضہ شوگر داعی اجل کو لبیک کہہ گئے، انا اللہ وانا الیہ راجعون
مرحوم بڑے صالح، سادہ مزاج، طبیعت کے نرم اور علم پرور شخصیت تھے۔ وہ ۱۹۵۶ء کو گوندلاں والا ضلع گوجراں والا میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم گاؤں میں حاصل کی۔ پھر دینی تعلیم کے لیے جامعہ اسلامیہ گوجراں والا میں آ گئے۔ ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد سے حدیث مبارک کا دورہ تخصص کیا۔ آپ ایک بہترین مدرس تھے۔ تصنیف وتالیف سے بھی شغف رکھتے تھے۔ دارالحدیث محمدیہ حافظ آباد، جامعہ رحمانیہ قلعدہ دیدار سنگھ میں پڑھایا اور تادم واپس ساہووالا ضلع سیالکوٹ کے مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث کے شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے۔ خطابت بھی کرتے تھے۔ مناظرہ کلاس کے لیے جامعہ قدس دالکراں لاہور میں طلباء کو ٹریننگ دینے کے لیے بھی ان کی خدمات بے مثال ہیں۔ ان کی تصنیفات میں مقلدین ائمہ کی عدالت میں، تاریخ انکار حدیث، عقیدہ اہل حدیث، ترمذی شریف، ابن ماجہ وشمائل ترمذی کی شروح شامل ہیں۔ مرحوم شوگر کے عارضے میں ایک عرصے سے مبتلا تھے۔ اسی مرض سے وفات پائی۔ قارئین سے مرحوم کے لیے خصوصی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ مرحوم کے جنازے میں بے شمار علمائے کرام، طلباء اور عزیز واقارب شامل تھے۔ انھیں گوندلاں والا میں ان کے آبائی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب کرے، آمین۔ [ادارہ]

کلام اللہ کے فضائل و محامد علامہ اقبالؒ کی نظر میں

(۵)

اے گرفتارِ رسومِ ایمانِ تو شیوہ ہائے کافری زندانِ تو
اے مسلمان! کہ آج تیرا ایمان گرفتارِ رسوم ہے اور کافرانہ طور طریقے تجھے آزادی و ترقی سے مانع ہیں
قطع کردی امر خود را از زیر جادہ پیاپی اِلٰی شےء نُکُر
تو نے تو مستند دستورِ شریعت سے قطع تعلق کر رکھا ہے اور خدا کے مغضوب و ممنوع رستے پر گامزن ہے
گر تو می خواہی مسلمان زیستن نیست ممکن جز بقرآن زیستن
اگر تو سچا مسلمان ہو کر زندہ رہنا چاہتا ہے تو پھر قرآن کے بغیر تو سچا مسلمان نہیں بن سکتا
صوفی پشینہ پوشِ حالِ مست از شرابِ نعمتِ قوالِ مست!
صوفی کا حال یہ ہے کہ پشینہ پہن کر مست ہو رہا ہے اور نعمتِ قوال کی شراب سے بے ہوش ہے
آتش از شعرِ عراقی در دِلش در نمی سازد بقرآن محفلش
اشعارِ عراقی کی آگ اس کے دل میں بھر رہی ہے اور اس کی محفل میں قرآن کا کوئی ذکر نہیں
از کلاه و بوریا تاج و سریر! فقرِ او خانقاہاں باج گیر
گویا اس کا کلاه اس کا تاج اس کا بوریا اس کا تخت ہے اور اس کا تصوف خانقاہوں سے خراج وصول کرتا ہے
واعظِ دستانِ زینِ افسانہ بند معنی او پست و حرفِ او بلند
واعظ کی حالت یہ ہے کہ فرضی قصے بیان کرتا ہے اس کے الفاظ بلند ہیں مگر معنی بالکل پست ہیں
از خطیب و دیلمی گفتارِ او با ضعیف و شاذ و مرسل کارِ او
وہ فقط خطیب اور دیلمی کی روایات کا ذکر کرتا ہے اور محض ضعیف و غیر مستند احادیث پر وعظ کی بنیاد رکھتا ہے
از تلاوت بر تو حق دارد کتاب تو ازو کلمے کہ می خواہی بیاب
مگر اے مسلمان تو براہِ راست قرآن کی تلاوت کر اور اسے سمجھ کر جو مقصد چاہے اس سے پورا کر